YP.2016.a.
4528

SY 17818929
3/8

شرمید

# بھگوت گیتا

بزبانِ فارسی

از

## فیضی

کتاب محل

مرتبہ:۔ محمد شفیع کمبوہ

# اِنتساب

ہر

اُس انسان کے نام جو

صحیح انسانیت کی تلاش میں

سرگرداں ہے

باسمہ تعالیٰ

# عرضِ حال

ہندو مذہب کی مقدس کتب میں سے جس کتاب نے بین الاقوامی شہرت حاصل کی اور جس کے سب سے زیادہ تراجم غیر ملکی زبانوں میں ہوئے **شریمد بھگوت گیتا** ہے۔ سب سے پہلا ترجمہ جو کسی غیر ملکی زبان یعنی فارسی زبان میں اس کتاب کا کیا گیا غالباً **علامہ فیضی** کا یہی ترجمہ ہے جو اس وقت آپ کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

لندن کی انڈیا آفس لائبریری میں دو قلمی نسخے موجود ہیں۔ یہ دونوں فارسی نثر میں ہیں۔ ایک نسخے پر تو کسی مترجم کا نام درج نہ ہونے کی وجہ سے اس کے متعلق کوئی صحیح رائے قائم نہیں ہو سکی کہ یہ کس بزرگ ہستی کی کاوشِ علمی کا نتیجہ ہے۔ اس کی ابتدا یوں ہوتی ہے:۔

"آغازِ بھگوت گیتا کہ در مہابھارت سری کرشن جیو با ارجن از زبانِ مبارک فرمودہ اند کہ آں را بزبانِ ہندوی گیتنامے

گوبند۔ ارجن باجر جیودھن ۔۔۔۔۔۔۔۔ الخ"

البتہ دوسرے نسخہ پر **ابوالفضل** کا نام درج ہے۔ لیکن مستشرقینِ یورپ اس سے متفق نہیں۔ اُن کی رائے میں یہ ترجمہ شاہجہان کے بڑے بیٹے شہزادہ دارا شکوہ کا کیا ہوا ہے اور یہ اس طرح شروع ہوتا ہے:۔

"قُل الرحمن بکھا (نام دھرتراست) دھرت راشٹر گفت
اے سنجے در زمین کرکھیت (کورکھیتر) کہ مزرعہ نیکوکار است
مردمِ من و جماعت ۔۔۔۔۔۔۔۔ الخ"

مذکورہ بالا موخرالذکر قسم کا ایک عدد قلمی نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے پاس بھی موجود ہے۔ اس نسخہ پر شہزادہ دارا شکوہ کا نام درج ہے۔ نیز اسے آبِ زندگی کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ سوسائٹی مذکورہ کے محققین کی رائے میں یہ ترجمہ شہزادہ موصوف کی بجائے کسی اور نامعلوم شخص کا کیا ہوا ہے بعینہٖ اسی قسم کا ایک قلمی نسخہ جناب پنڈت امرناتھ مدن صاحب ساحر دہلوی تحصیلدار پنشنر لال حویلی چوڑی گراں دہلی کے پاس بھی موجود ہے۔ ان کی رائے میں یہ ترجمہ علامہ فیضی کا کیا ہوا ہے۔ چنانچہ سنہ ۱۹۳۸ء میں انہوں نے کارکنان

ہندو مہا سبھا دہلی کے ایما سے اس نسخہ کو رازِ مغفرت کا نام دے کر کتابی صورت میں دہلی سے شائع کیا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ نسخہ تو ایک ہی ہے اور مترجم بھی یقیناً ایک۔ مگر محققین کی رائے میں ایک غیر معمولی اختلاف پایا جاتا ہے۔ اظہارِ رائے تو سب نے کر دی لیکن حقیقی مترجم کوئی بھی نہ ڈھونڈھ سکا۔ ہر ایک نے محض قیاس آرائی سے ہی کام لیا۔ اور اپنے اپنے دعاوی کے ثبوت میں کسی قسم کی کوئی دلیل نہیں دی۔

اب اس منظوم ترجمے کو لیجئے۔ اس نوعیت کا بھی ایک قلمی نسخہ بنگال ایشیاٹک سوسائٹی کے پاس موجود ہے جس کے سرورق پر علامہ **فیضی** کا نام لکھا ہوا ہے۔ سنہ ۱۰۸۰ھ مطابق ۱۶۷۰ء میں کسی کندن لعل سیار کے ہاتھوں شاہجہان آباد میں قلمبند ہوا۔ سوسائٹی والوں کی نظر میں یہ ترجمہ علامہ **فیضی** کا نہیں۔ مگر قاضی محمد منیر صاحب صدیقی آف نارووال (پنجاب) کا نظریہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ یعنی یہ کہ یہ ترجمہ علامہ **فیضی** کا ہی کیا ہوا ہے۔ چنانچہ زمانہ حاضرہ کے بھی بعض علماء و فضلا کی رائے اس بارہ میں جب طلب کی گئی تو بعض نے اس کے حق میں اور بعض نے اس کے مخالف رائے دی۔ مخالفین اپنے

دعویٰ کے ثبوت میں سب سے بڑی دلیل یہ دیتے ہیں کہ اس
ترجمہ کی زبان ویسی نہیں جیسی کہ علامہ **فیضی** کی دوسری کتابوں
اور بالخصوص مثنوی **نل دمن** کی ہے۔ اور یہ کہ یہ ترجمہ کسی کا مشقیہ
کا کیا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اعتراض تو کسی حد تک بجا ہے مگر
انہیں شاید یہ معلوم نہیں کہ آمد اور آورد میں زمین آسمان کا فرق
ہوتا ہے۔ مثنوی نل دمن آمد ہے اور اس ترجمہ میں سراسر آورد
دوسرے یہ کہ کسی شاعر کے ابتدائی کلام اور آخری دور کے
کلام میں نمایاں فرق ہوتا ہے۔ تیسرے یہ کہ جس کو سنسکرت ہی
پوری طرح نہیں آتی وہ بجلد عربی زبان کا کیسے ماہر ہو سکتا ہے
کیونکہ اس ترجمہ میں تو عربی زبان کے الفاظ اور محاورے
کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ چوتھے یہ بات بھی قابلِ غور
ہے کہ اُس زمانہ میں چھاپہ خانہ تو تھے ہی نہیں۔ شائقین ہمیشہ
ایک دوسرے سے کتب مہیا کرکے کاتبوں سے لکھوا لیا
کرتے تھے۔ اور کاتب حضرات کو آپ جانتے ہی ہیں کہ اس
ترقی یافتہ زمانہ میں بھی بڑی بڑی فاش غلطیاں کر جاتے ہیں
اگر شریمد بھگوت گیتا میں ایسی غلطیاں پائی جاتی ہیں تو
اس میں کاتب حضرات موردِ الزام ہیں نہ کہ شاعر۔ پانچویں یہ

کہ کہنے کو تو انہوں نے کہہ دیا کہ یہ ترجمہ علامہ فیضی کا نہیں مگر یہ کوئی بھی نہ بتلا سکا کہ یہ ترجمہ آخر ہے کس کا - ان مختصر سی وجوہ کے بیان کر دینے کے بعد ہمیں قاضی محمد منیر صاحب جیسے فاضل کی رائے سے اتفاق کرنا پڑتا ہے - کیونکہ قاضی صاحب موصوف کے پاس بھی اسی نوعیت کا ایک قلمی نسخہ موجود تھا جس کو انہوں نے منظوم صورت میں بزبان اُردو "اسرار معرفت" کا نام دے کر ۱۹۲۱ء میں لاہور سے شائع کیا - یہ منظوم اردو ترجمہ اس وقت بھی قاضی صاحب موصوف کے بھانجے قاضی محمد نذیر احمد آڈیٹر دفتر اکونٹنٹ جنرل صاحب بہادر صوبہ پنجاب لاہور سے مل سکتا ہے -

معلوم ہوتا ہے کہ سرکار انگلشیہ کے دور دورہ سے پیشتر اکثر اصحابِ ذوق کے پاس انہیں اقسام کے قلمی نسخے موجود تھے جن میں سے کسی ایک کو فراہم کر کے لاہور کے ایک تاجر کتب میسرز رام پرشاد نرائن دت بیرون لوہاری دروازہ لاہور نے ایک معمولی سے پمفلٹ کی صورت میں شائع کیا - اس کی کتابت اور طباعت کے متعلق اگر بدترین کا لفظ استعمال کیا جائے تو بے جا نہ ہوگا - چند یوم ہوئے کہ یہ نسخہ اپنے

دیرینہ کرم فرما، ادیب روزگار جناب مسٹر پی کے واتل دام
اقبالہٗ حال اکونٹنٹ جنرل صاحب بہادر صوبہ پنجاب لاہور
کی نظر سے گذرا ۔ سرسری نظر میں ہی آپ کی دوررس اور دقیقہ
شناس نگاہوں نے اس نسخہ کی علمی، ادبی اور اصطلاحی غلطیاں
نکال ڈالنے کے علاوہ کئی ایک دوسری خامیوں کی طرف اشارہ کیا۔
جنہیں دیکھ کر مجھے بھی دُکھ ہُوا اور مَیں نے محسوس کیا کہ ایسی
نایاب چیز ایسی کس مپرسی کی حالت میں نہ رہنی چاہئے ۔ چنانچہ
مَیں نے تہیہ کر لیا کہ کم از کم ایک بار تو ضرور زمانہ گذشتہ کے
ہندو مسلم رشیوں کی یاد کو تازہ کرنے والے اس بہترین تحفہ کو تصیح
کرکے اعلیٰ کتابت و طباعت کے ساتھ اپنے بھائیوں کی خدمت
میں پیش کروں ۔ کہنے کو تو آسان بات ہے مگر کام کرنے والا ہی
جانتا ہے کہ کسی کتاب کی تصیح میں کیا کیا مشکلات درپیش ہوتی
ہیں ۔ چنانچہ کئی مہینوں کی مسلسل محنت اور پانی کی طرح روپیہ
بہا دینے کے بعد جو نتیجہ برآمد ہُوا وہ اس وقت آپ کے ہاتھوں
میں ہے ۔ گر قبول افتد زہے عزّ و شرف ۔

پیشتر اس سے کہ آپ کو شریمد بھگوت گیتا کے نفس مضمون
اور مطالب و مقاصد سے آگاہ کیا جائے ۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ

آپ کو اس فاضل اور قابل قدر مترجم علامہ فیضی کے مختصر سوانح
حیات سے بھی روشناس کرایا جائے۔ کیونکہ یہ ترجمہ درحقیقت شریمد
بھگوت گیتا کا تحت اللفظ ترجمہ نہیں بلکہ اس کے ہر ادھیائے
(باب) کے نفسِ مضمون کو ذہن میں جگہ دے کر نہایت آزاد خیالی
سے اس کے مطالب کو عوام تک پہنچانے کی کوشش کی گئی
ہے۔ کیوں نہ ہو۔ بھلا علامہ فیضی جیسے سنسکرت کے زبردست
فاضل کے لئے یہ کوئی مشکل بات نہ تھی۔ ترجمہ کرتے وقت فاضل
موصوف نے اصل مطالب کو فوت نہیں ہونے دیا۔ نیز یہ کہ ترجمہ
کرتے وقت زبان ایسی سادہ سلیس اور شستہ استعمال کی
ہے کہ آج کل کے زمانہ کا ایک اوسط درجے کا فارسی دان
بھی سب کچھ بآسانی سمجھ سکتا ہے۔ یہ تمام خوبیاں آپ اسی
ترجمہ میں پائیں گے ورنہ شریمد بھگوت گیتا کے دوسرے جتنے بھی
تراجم آپ کو غیر ملکی زبانوں میں ملیں گے وہ بغیر امدادی کتب یا تشریحی
نوٹ کے پڑھے نہیں جا سکتے۔ حتیٰ کہ اردو جیسی عام فہم زبان میں بھی
جتنے تراجم موجود ہیں ان میں بلا مبالغہ ستر فیصدی سنسکرت کے الفاظ
پائے جاتے ہیں جن کا پڑھنا اور سمجھنا کار دارد والا مسئلہ بن کر رہ جاتا
ہے۔ اس منظوم ترجمہ میں سوائے ان مخصوص الفاظ کے جن کا بدل

استعمال کرنے سے مطلب کے فوت ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ قابل مترجم نے فارسی الفاظ کو نہایت قابلیت کے ساتھ جگہ دی ہے اور کسی مترجم کے لئے یہی سب سے بڑی خوبی کی بات ہے۔ اس بات کا اندازہ صرف وہی حضرات لگا سکتے ہیں جو سنسکرت اور فارسی دونوں زبانوں میں کافی استعداد رکھتے ہوں۔

آخر میں میں اپنے اُن تمام احباب کا جو کہ میرے اس کام میں ممد و معاون ثابت ہوئے اور جنہوں نے میری ہر طرح سے حوصلہ افزائی فرمائی دلی شکریہ ادا کرتا ہوں۔

نہ ستائش کی تمنا نہ صلہ کی پروا
نہ سہی گر مرے الفاظ میں معنی نہ سہی

یکم دسمبر ۱۹۴۱ء

محمد شفیع کمبوہ

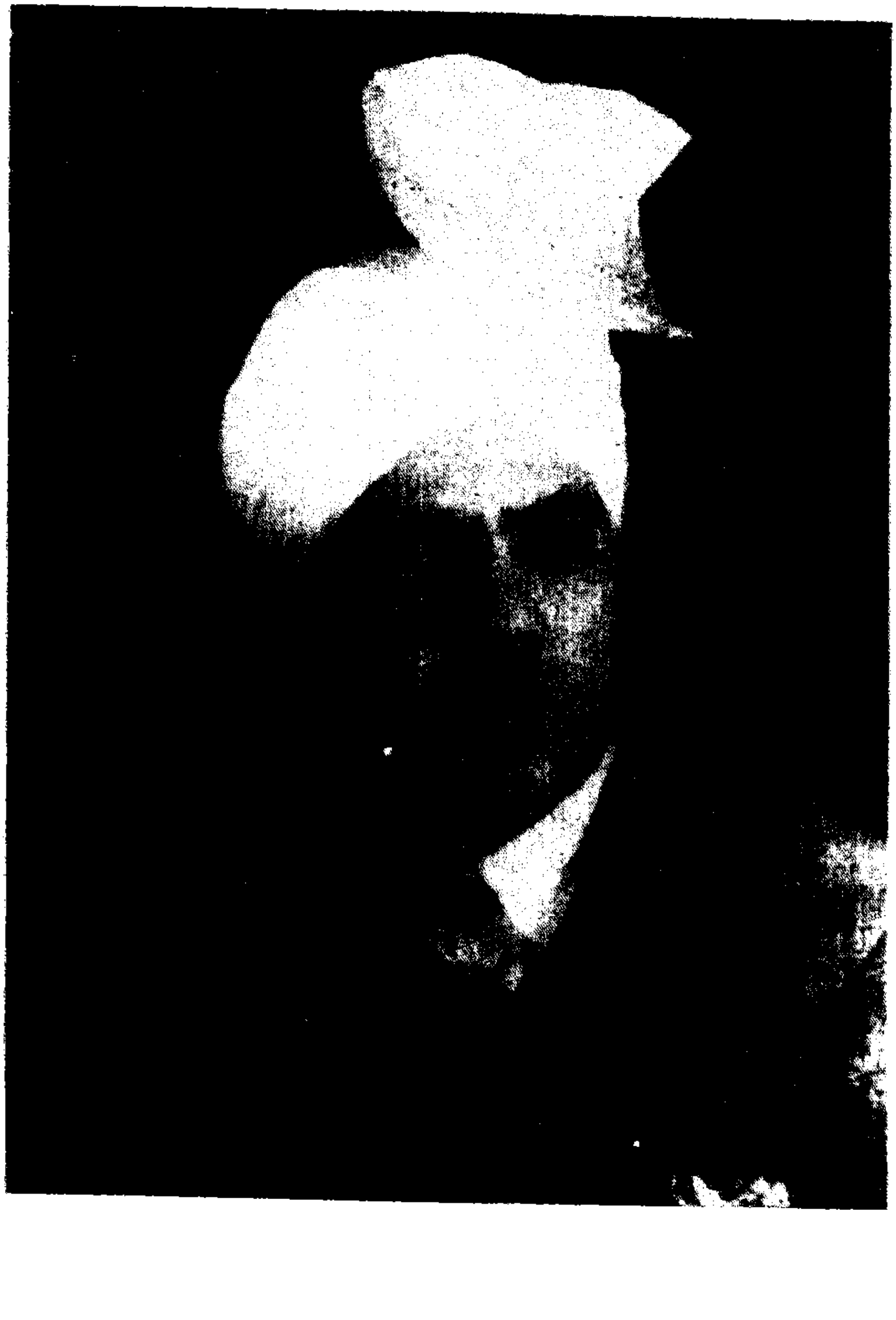

# علّامہ ابوالفیض فیضی فیّاضی

علامہ فیضی اکبرِاعظم شہنشاہ ہندوستان کے عہدِ حکومت میں بمقام آگرہ ۱۵۴۷ء مطابق ۹۵۴ھ میں پیدا ہوئے۔ شیخ مبارک ایک ستم رسیدہ بزرگ کے بیٹے تھے۔ افلاس و نکبت کی وجہ سے بوڑھا شیخ ان کی تعلیم و تربیت کا خاطر خواہ انتظام تو نہ کرسکا مگر تاہم آپ نے ان کی بہترین تعلیم کے لئے بھی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ چنانچہ بچپن ہی میں ہونہار تھے مختلف مشائخ کی صحبت میں رہ کر جوان ہوئے۔ علم و فن کا شہرہ دور دور پھیل گیا۔ اسی دوران میں سوئے اتفاق سمجھئے یا کچھ اور کہ اکبرِاعظم کے کانوں تک ان کی خبر پہنچی۔ جوہری کو جوہر کی تلاش نے اتنا بے قرار کردیا کہ بارگاہِ عالی سے فوراً ہی حکم نامہ طلبی صادر ہوا۔ آناً فاناً چند ترکمان سپاہی ان کے دروازے پر جا دھمکے۔ بوڑھا شیخ تو اس وقت گھر میں ہی موجود تھا مگر بیٹا کہیں باہر گئے ہوئے تھے۔ ترکمانوں کو دیکھ کر شیخ سہم گیا۔ سمجھا کہ کوئی اور بلائے ناگہانی نازل ہورہی ہے۔ دل میں طرح طرح کے وسوسے پیدا ہوگئے۔ کہتا ہوگا کہ

یہیں نازل جو ہوتی ہر بلا ہے
مرا گھر ہے کہ یا رب کربلا ہے

اسے کیا علم تھا کہ اس کا لڑکا مجرم کی حیثیت سے نہیں بلکہ بادشاہ کے شوق کا گلدستہ بن کر جا رہا ہے۔ اسی سوچ میں تھا کہ ادھر سے صاحبزادہ صاحب بہادر بھی تشریف لے آئے اور ترکمان سپاہیوں کے ساتھ یہ جادہ جا گھر والے اسی حیرانی و پریشانی میں تھے کہ چند دنوں کے بعد مفصل حالات سے مطلع ہونے پر بوڑھے شیخ کے دل کی مرجھائی ہوئی کلی ایک بار پھر شگفتہ ہوئی۔ بادِ خزاں کی جگہ اب پھر بادِ بہاری کے جھونکے آنے لگے نحوست دور ہوئی اور ہر طرف سے مبارکبادی کی صدائیں آنے لگیں۔

دربارِ شاہی میں حاضر ہوئے تو انہیں بادشاہ کے کٹہرے کی جالی کے باہر کھڑا ہونے کو کہا گیا۔ کھڑے ہوتے ہی فی البدیہہ یہ قطعہ پڑھا۔

بادشاہا برونِ پنجرہ ام　　از پئے لطف خود مرا جا دہ
زانکہ من طوطئ شکر خایم　　جائے طوطی درونِ پنجرہ بہ

گوہر شناس اکبر اس حاضر جوابی سے بہت خوش ہوا اور نزدیک آنے کی اجازت بخشی۔ سب سے پہلا قصیدہ جو علامہ فیضی نے دربار میں پڑھا تقریباً دو صد اشعار پر مشتمل ہے جس کا مطلع یہ ہے ؎

سحر نوید رساں تا قاصدِ سلیمانی　　رسید صبح سعادت کشادہ پیشانی

اول اول **مشہور تخلص** کیا۔ پھر **فیضی** اور بعد ازاں **فیاضی**۔
ایک بلند خیال شاعر اور شگفتہ مزاج عالم ہونے کے سبب بہت جلد
ہی بادشاہ کے مصاحب خاص بن گئے۔ معاملہ سیاسی ہو یا مذہبی
کوئی بات ایسی نہ تھی جس میں ان کی رائے نہ لی جاتی ہو۔ تمام شہزادے
تعلیم کی خاطر انہیں کے سپرد ہوتے چنانچہ شہزادہ سلیم، مراد اور
دانیال کو ان ہی کی شاگردی کا فخر حاصل تھا۔ سنہ ۹۹۶ھ میں انہوں
نے ایک رباعی لکھی:۔

آں روز کہ فیض عام کردند — مارا ملک الکلام کردند

مارا زنت ام در ربودند — تا کار سخن تمام کردند

شہنشاہ اکبر جو ہمیشہ انہیں شیخ جیو کے نام سے پکارا کرتے
تھے اس رباعی کو سن کر بہت خوش ہوئے۔ اور علاوہ مروجہ انعام و
اکرام کے انہیں ملک الشعرا کا خطاب مرحمت فرمایا۔
ایک غیر معمولی قابلیت کے حامل ہونے کے باعث انہوں نے
تقریباً ہر مضمون یعنی نظم، طب، نجوم، موسیقی، حکمت، تصوف، ہیئت
ہندسہ، تفسیر، حدیث اور فقہ پر لاتعداد کتابیں تصنیف کیں۔ علاوہ فارسی
اور عربی کے چونکہ سنسکرت زبان کے بڑے زبردست فاضل تھے۔
اس لئے اکبر اعظم کے حکم سے سنسکرت کی بیشتر کتابوں کا ترجمہ فارسی

زبان میں کرتے رہے۔ لیلاوتی (جو کہ سنسکرت زبان میں ریاضی کی کتاب تھی) مہابھارت۔ اتھرون بید اور بھاگوت گیتا وغیرہ کا ترجمہ ان کی یاد کو تازہ کرتا ہے۔ علاوہ مندرجہ بالا کتب کے اُن کی مشہور و معروف تصنیفات درج ذیل ہیں :-

تفسیر سواطع الالہام۔

موارد الکلم

مرکز ادوار بمقابلہ مخزن اسرار از نظامی گنجوی۔

| | | | |
|---|---|---|---|
| سلیمان بلقیس | ″ خسرو شیریں | ″ | ″ |
| نل دمن | ″ لیلیٰ مجنوں | ″ | ″ |
| ہفت کشور | ″ ہفت پیکر | ″ | ″ |
| اکبر نامہ | ″ سکندر نامہ | ″ | ″ |

تباشیر الصبح یعنی دیوان فیضی فیاضی جو کہ تقریباً نو ہزار ابیات کا مجموعہ ہے۔ کہتے ہیں کہ مثنوی نل دمن کا جواب آج تک نہیں لکھا گیا۔ ان کے علاوہ فیضی فیاضی کے وہ خطوط جو انہوں نے امورِ سلطنت وغیرہ کے سلسلے میں وقتاً فوقتاً لکھے انشائے فیضی کے نام سے موسوم ہیں۔ یہ خطوط علم و ادب میں ایک نمایاں اور جداگانہ حیثیت رکھتے ہیں۔

۵۔ اکتوبر ۱۹۹۵ء مطابق ۱۰ صفر ۲۰۰۱ھ میں تقریباً چھ ماہ عارضہ ضیق النفس و استسقاء وغیرہ میں مبتلا رہ کر اس دنیائے فانی سے ہمیشہ کے لئے کوچ کر گئے۔ بیماری کے ایام میں اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

گر ہمہ عالم بہم آید بجنگ
نشود پائے کیے مور لنگ

# دیباچہ

ہندو عوام کا بالخصوص و بیشتر، دیگر مذاہب کا بالعموم یہ عقیدہ ہے کہ خدا اپنی ذات کو دنیا کے سامنے وقتاً فوقتاً مختلف قالبوں میں پیش کیا کرتا ہے۔ چنانچہ اسی بنا پر سری رام چندر جی اور سری کرشن جی کو خدا کا مظہر یا اوتار سمجھا جاتا ہے۔ بعض بزرگوں کا خیال ہے کہ ان اوتاروں کا ظہور خود بخود نہیں ہوا کرتا۔ بلکہ عین اس وقت ہوتا ہے جب دنیا میں ان کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ کیونکہ ان اوتاروں کے ذمے الگ الگ فرائض ہوتے ہیں۔ جن کو وہ مختلف حالتوں اور مختلف شخصیتوں کی صورت میں ظاہر ہو کر پورا کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ شریمد بھگوت گیتا میں اس بارے میں خدا کی طرف سے یوں ارشاد ہوتا ہے ؎

چو بنیادِ دیں سست گردد بسے
نمائیم خود را بشکل کسے

روزمرہ کے حالات پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ جب کسی علاقہ

یا تعصب وغیرہ میں قانون شکنی یا بدامنی حد سے بڑھتی ہوئی دکھائی دیتی ہے تو وہاں کی حکومت قیامِ نظم و نسق کی خاطر ایسے باغی حلقوں کے لوگوں کو درست کرنے کے لئے تعزیری پولیس مقرر کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ اسی طرح جب دنیا میں بدکرداری یا بداخلاقی کا دور دورہ شروع ہو جاتا ہے تو پروردگارِ عالم اپنے کسی خاص بندے کو دنیا والوں کی اصلاح کے لئے مامور کر دیتا ہے یہی شخص بعد ازاں خدا کا اوتار کہلاتا ہے۔ ان اوتاروں یا مصلحین کے مختلف مدارج یا طبقے ہوتے ہیں - عام طور پر یہ تین طرح سے ظہور میں آتے ہیں جیسا کہ مندرج ذیل ہے :-

ل - پہلا طبقہ ان مصلحین کا ہوتا ہے کہ جن کی آمد کے وقت دنیا پر مادیت کے بادل چھائے ہوتے ہوں۔ ہر طرف حرص و ہوا نفسانیت و خود غرضی کا دور دورہ ہو - اور خودی و خودبینی کے سوا لوگوں کو کچھ نہ سوجھتا ہو - یہ بزرگ جو اس وقت ظہور میں آتے ہیں نیکی کی تعلیم اور اخلاق کا درس دینے میں اپنے اندر ایک خاص کمال رکھتے ہیں - چنانچہ ہندوستان کے مصلحین میں سے شری بیاس جی اور شری شنکراچاریہ جی انہیں اوصاف کے مالک تھے۔

ب۔ دوسرے ہند کے بزرگ جوکہ خلوص و ایثار کے پیکر ہوتے ہیں اور جن کی زندگی تقدس و پاکبازی کا مجسمہ ہوتی ہے اس وقت ظہور میں آتے ہیں جب کہ دنیا میں بدکرداری و بدچلنی کا سیل امڈ آیا ہو۔ نیز اہل دنیا کے احساسات مکمل طور پر فاسد ہو چکے ہوں۔ مہاتما بدھ۔ بابا کبیرداس۔ حضرت مسیح اور گورو نانک کا نام اس سلسلے میں پیش پیش ہے۔

ج۔ جب ہر دو طبقات بالا کے مصاحبین کو گزرے ہوئے کافی عرصہ ہو جاتا ہے اور دنیا میں ان کی تعلیمات کا اثر ماند پڑتا دکھائی دیتا ہے اس وقت قدرت ایسے اشخاص کو جنم دیتی ہے جوکہ تاریخ عالم کا رخ بدل دیتے ہیں۔ چنانچہ ہندوستان میں اس درجہ کے ہادی سری رامچندر جی اور سری کرشن جی اور ہندوستان سے باہر پیغمبر اسلام حضرت محمد صلعم تھے جوکہ نہ صرف ایک جدید مذہب ہی بلکہ ایک جدید تمدن و سلطنت بھی قائم کر گئے۔

## شری کرشن جی

ہندوستان کی ابتدائی تاریخ کی ورق گردانی کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ جنگِ مہابھارت برپا ہونے سے پیشتر کا زمانہ ایک عجیب قسم کا فتنہ و فساد کا زمانہ تھا۔ اس وقت ہندوستان میں ظلم

وجہ حرص و طمع کی حکمرانی تھی۔ تاجداروں کا شمار راہزنوں سے بھی بڑھا ہوا تھا۔ بدکرداری عام ہو چکی تھی۔ چنانچہ ضرورتِ وقت کو دیکھ کر قدرت نے ایک ایسے شخص کو جنم دیا جو کہ تعصب، استبداد اور ظلم کا سخت دشمن تھا۔ اور جس نے کہ دنیا کو محبت و مساوات کا درس دیتے ہوئے اپنی ساری عمر دنیا والوں کو راہِ راست پر لانے میں گذار دی۔ اس عظیم الشان اور واجب الاحترام ہستی کو سری کرشن جی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ جو جامعیت اور ہمہ گیری ان کی زندگی میں پائی جاتی ہے اس لحاظ سے اُن کا شریک کسی کو نہیں سمجھا جاتا۔ چنانچہ سری رامچندر جی سے بھی ان کا درجہ بلند سمجھا جاتا ہے۔ اس فضیلت و برتری کا ثبوت صرف اسی بات سے مل سکتا ہے کہ حکمائے ہند نے دنیا کی عمر کو چار جگوں یا چار زمانوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے ست جگ دوسرے ترتیا جگ۔ تیسرے دواپر جگ اور چوتھے کل جگ۔

ست جگ گویا انسان کی معصومیت کا دور تھا۔ ہر طرف نیکی ہی نیکی تھی اور بدی کا نام تک بھی نہ تھا۔ دوسرے دور ترتیا جگ میں نیکی کی قوت کچھ گھٹنے لگی اور بدی و نیکی کے مابین ایک اور تین کا تناسب ہو گیا۔ تیسرے دور یعنی دواپر جگ میں

نیکی اور بدی کی قوتیں مساوی ہو گئیں۔ چوتھا کلجگ کا دور تھا
جس میں کہ نیکی بالکل مفقود اور بدی مکمل طور پر غالب تھی۔ ہر
طرف بدکرداری و خودغرضی ہی دکھائی پڑتی تھی۔ اب دیکھنا یہ ہے
کہ سری رامچندر جی کی پیدائش تریتا جگ کے خاتمہ اور
دواپر جگ کے آغاز میں ہوئی۔ برعکس اس کے سری کرشن جی
اس وقت پیدا ہوئے جب کہ دواپر جگ ختم اور کلجگ شروع
ہو رہا تھا۔ یعنی یہ کہ اس وقت دنیا میں بدی ہی بدی چھائی ہوئی
تھی۔ اس پرآشوب زمانے میں جنم لے کر اہلِ دنیا کو راہ راست
پر لانا کچھ آسان کام نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ سری کرشن جی کو
دوسروں پر فضیلت دی جاتی ہے۔ ان کی زندگی کا ہر دن بلکہ ہر
لمحہ بدطینت انسانوں کے ساتھ جنگ و جدل کرنے میں صرف ہوتا۔
وہ تمام عمر مظلوموں کو ظالموں کے پنجہ سے نجات دلانے میں مصروف
رہے اور یہی وجہ ہے کہ انہوں نے خود مہابھارت کی جنگِ عظیم
برپا کرائی اور جب دیکھا کہ اس عظیم الشان قتل و غارت کے بعد
بھی ان کا مقصد پورا نہیں ہوا تو اسی قسم کی ایک اور جنگ دوارکا
کے قریب برپا کرا دی۔ جس میں کہ تقریباً پانچ لاکھ انسانوں کو
ایک دوسرے کے ہاتھ سے قتل کروا دیا۔ جب جا کر کہیں ہندوستان

میں امن قائم ہوا۔

دنیا کا نظام اسی وقت تک قائم رہ سکتا ہے جب کہ ہر طبقہ ہر جماعت بلکہ ہر فرد کو اپنی اپنی جگہ مکمل آزادی و اطمینان حاصل ہو۔ اور کوئی کسی دوسرے کے کام میں خواہ مخواہ مداخلت نہ کرے۔ چنانچہ یہی عظیم الشان مقصد سری کرشن جی کے ہمیشہ پیش نظر رہا اور اس مقصد کو پورا کرنے کے دوران میں جو تلقین وہ کرتے رہے ہیں اس کو شریمد بھگوت گیتا کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

## شریمد بھگوت گیتا۔

بھگوت گیتا سنسکرت کا لفظ ہے اس کے معنی بھگوان کا گایا ہوا (گیت) ہیں۔ بظاہر تو شریمد بھگوت گیتا ہندوؤں کی مقدس کتاب مہابھارت کا ایک جزو ہے مگر در اصل جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے شری کرشن جی کے ان مختلف اقوال کا مجموعہ ہے جو کہ وقتاً فوقتاً انہوں نے دنیا والوں کو راہ راست پر لانے کے لئے کہے۔ درحقیقت انسان کی روحانی و جسمانی بیماریوں کے لئے یہ ایک ایسا بیش بہا نسخہ تجویز کیا گیا ہے جس کے مطابق عمل کرنے سے انسان بجا طور پر صحیح انسان کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے۔ پہاڑوں اور

جنگلوں میں مارے مارے پھرنے والوں، مندروں مسجدوں اور کلیساؤں میں خدا کو ڈھونڈنے والوں کے لئے یہ ایک مشعلِ راہ کا کام دیتا ہے۔ اس صحیفے میں اگر ایک طرف روحانیت کا درس دیا گیا ہے، تو دوسری طرف انسانیت کی بھی تعلیم دی گئی ہے۔ متعدد دلائل اور بیش بہا پند و نصائح سے انسان کو اس کے صحیح مقاصدِ زندگی سے آگاہی بخشی گئی ہے۔

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مردِ ناداں پر کلامِ نرم و نازک بے اثر
اقبال

وہ زرین اصول جن پر زندگی کا دارومدار ہوتا ہے۔ اور جن پر کہ عمل پیرا ہونے سے انسان رفتہ رفتہ بارگاہِ خداوندی میں قرب حاصل کر سکتا ہے مختصراً یہ بتلائے گئے ہیں

ا۔ خدا کا ایک جاننا اور اس کے قرب کو حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔

ب۔ چونکہ خدا کے نزدیک تمام انسان یکساں ہیں اور فضیلت صرف اُسی کے لئے ہے جس کے کام اچھے ہونگے۔ لہذا ہر وقت اور ہر لمحہ نیکی کرنا۔

ج۔ اپنے ہر عمل یعنی کام کو کرنے کے بعد خدا کی طرف سونپنا۔
د۔ روزمرہ کی زندگی میں جو کچھ بھی کرنا وہ بغیر کسی لالچ و فائدہ کو ملحوظ رکھ کر کرنا۔ بلکہ اُسے اپنا فرضِ منصبی سمجھ کر ادا کرنا وغیرہ وغیرہ۔

پیشتر اس کے کہ مندرجہ بالا امور کی وضاحت کی جائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے گیتا کے اس روحانی فلسفے کی جانب آپ کی توجہ منعطف کرائی جائے جس کو مسلمان صوفیوں کی اصطلاح میں تصوف کہتے ہیں۔ چنانچہ جس ترتیب کے ساتھ اس کی تشریح گیتا میں موجود ہے اسی ترتیب کے ساتھ یہاں پر درج کی جاتی ہے۔

## روح اور جسم

ارشاد ہوتا ہے کہ روح ابدی اور جسم فانی ہے۔ دنیا میں اگر کسی انسان کا لباس پھٹ جاتا ہے تو وہ دوسرا تبدیل کر لیتا ہے۔ اسی طرح جسم بھی روح کا ایک لباس ہے ایک پھٹا دوسرا پہن لیا۔ بچپن جوانی اور بڑھاپا سبھی روح کے لباس ہیں اور دنیا سدا کال ہے۔ روح چونکہ ہمیشہ زندہ رہتی ہے اس لئے اس کی تبدیلی کا غم بے سود ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل اشعار

سے واضح ہوتا ہے ۔

غمِ آن مخور کو نیاید بہار | بیا بر سخنہائے من گوش دار
من و تو دگر ہر چہ موجود ہست | ہمیشہ گرفتار ایں بود و ہست
تغیر بجسم است د جان فارغ است | حوادث بدین است آن فارغ است
بگرمی و سردی تنت آشنا ست | نہ جانت کہ فارغ ز سرد و سراست
تنِ ہر کسے ہمچو جامہ بود | شود پارہ ہر گاہ کہنہ بود

بپوشندۂ جامہ جان ست نام
خیالِ فنا گشتنش ہست نام

## حواسِ خمسہ اور نفسِ انسان۔

بیان کیا گیا ہے کہ نفسِ انسان پر مختلف حواس کے ذریعے سردی، گرمی، آواز، لذت اور بُو کا کافی اثر پڑتا ہے اور یہ ایسے اثرات کی وجہ سے انسان آرام یا تکلیف محسوس کرتا ہے۔ چونکہ یہ رنج و راحت بیرونی تعلقات کی وجہ سے حواس پر مسلط ہوتے ہیں اس لئے یہ بے اصل ہیں اور ان کا خیال فضول۔ اس کے بعد نفسِ انسانی کی طرف بار بار توجہ دلائی گئی ہے کہ ہر سہ نفس یعنی کہ نفسِ امّارہ (تموگن) نفسِ لوامہ (رجوگن) اور نفسِ مطمئنہ (ستوگن) کی کیا کیا خصوصیات ہیں اور یہ کہ انسان اُس وقت تک کامیاب

نہیں ہوسکتا جب تک وہ نفس امّارہ (تموگن) کو قبضہ میں نہ لے آئے۔ نجات صرف اسی کے لئے ہے جس نے کہ نفس امّارہ پر قابو پا لیا چنانچہ ملاحظہ ہو ؎

رجوگن۔ ستوگن۔ تموگن، سہ گن — ہمہ خلق زانہا بود بے سخن
ازو ہر سہ گن مے شود آشکار — کہ موقوف آنہا بود جملہ کار
ستوگن بود خوئے اہلِ کمال — کہ یابند زاں دولتِ بے زوال
صفائے ستوگن چو آئینہ داں — ازو ہست تسکین آرامِ جاں
ہماں دانش و معرفت مے دہد — کہ انساں ز آمد شدن وا رہد
رجوگن ہمہ تن تمنا بود — ازو کار کردار پیدا بود
اگر جامہ را در رجوگن گذاشت — بصفہائے نیکاں علم برفراشت
تموگن بود موجبِ غافلی — ازو سر زند جاہلی کاہلی
اگر در تموگن گذشت از جہاں — بود داخلِ زمرۂ ابلہاں
تموگن بہ تحت الثریٰ مے برد — بہ بیں از کجا تا کجا مے برد

بود نفسِ امّارہ خصمِ قوی
بکن جہدِ مردانہ شو مدعی

## عرفان۔

اب قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اپنے نفس پر کیسے قابو

پایا جائے۔ اس کے متعلق یہ بتلایا گیا ہے کہ اس پر قبضہ پانے کا واحد ذریعہ عقلِ سلیم ہے۔ چونکہ جسم کا کام صرف فعل ہے خواہ اس فعل سے کوئی نتیجہ برآمد ہو یا نہ۔ اگر یہ فعل عقلِ سلیم کے تعاون سے سرزد ہو تو وہ ضرور مقبول ہوگا۔ لہٰذا قرار پایا کہ عقلِ سلیم کا حامل ہونا ہر انسان کے لئے نہایت ضروری ہے اور یہی سب سے بڑی کامیابی کا راز ہے چنانچہ ہر وہ انسان جو کہ عقلِ سلیم رکھتا ہو۔ بہت جلدی ایک ایسے منصبِ جلیلہ پر فائز ہو سکتا ہے جس کو کہ گیان جوگ یا عرفان کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اور اس مرتبے پر پہنچنے والے کو عارف کہتے ہیں۔ عارف بننے کی خواہش رکھنے والے کے لئے یہ لازمی ہے کہ وہ حرص و ہوا کو ترک کرے۔ خواہشات نفسانی کو پاس نہ پھٹکنے دے اور اپنی زندگی میں کم از کم مندرجہ ذیل نو اصول پر سختی سے کاربند ہونے کی کوشش کرے۔

۱۔ خدا کی ذات میں مستغرق رہنا
۲۔ صفات پرستی۔
۳۔ حواس پر قابو۔
۴۔ دل پر قابو۔
۵۔ ضبطِ محسوسات۔
۶۔ زہد۔
۷۔ عمل۔
۸۔ خیرات۔
۹۔ تحصیلِ علم۔
۱۰۔ حبسِ دم۔

۱۱۔ کم گفتن۔ ۱۳۔ کم خوردن۔

۱۲۔ کم خفتن۔

ان اصولوں کی پابندی کے علاوہ اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنی زندگی کا بیشتر حصہ کسی مردِ کامل کی صحبت میں گذارے جب یہ تمام مرحلے طے ہو جائیں گے تو اُس وقت وہ اپنے آپ کو ایک ایسی دنیا میں پائے گا جو کہ اُس کی حقیقی منزلِ مقصود ہو گی یہی دنیا والوں کی انتہا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے ؎

شناسائے من عارفِ کامل است　　بہر رنگ یادِ منش در دل است

بود عارف آنکس کہ مغرور نیست　　ز بابیشگی باش منصور نیست

گر او در حقیقت پرستید حق　　بہ بخشائشِ او بود مستحق

اگر غیریت مے برآرد ز دل　　بعرفانِ حق مے شود متصل

جہاں پردہ ہست بر روئے جاں　　نہ بردارد اورا بجز عارفاں

بود ہر کہ عارف خدیو جہان است　　بہ بینش بنائے زمین آسمان است

خدا نیست عارف ولے از خدا　　جدا نیست نزدیک اہلِ صفا

ہمہ در فنا نیست عارف بجاست

کہ او رفتہ است خود وبا خداست

## جلوۂ حق۔

جس وقت عارف اپنی منزلِ مقصود کو پہنچ کر قربِ خداوندی کو حاصل کر لیتا ہے تو اُسے نظامِ دنیا میں ایک بڑی زبردست تبدیلی نظر آنے لگتی ہے۔ کیونکہ اُسے نہ اپنا آپ اور نہ ہی کچھ اور سوجھتا ہے اسے وحدت میں کثرت اور کثرت میں وحدت کے جلوے دکھائی دیتے ہیں۔ جدھر نظر دوڑاتا ہے اسے اپنے معبودِ حقیقی کا پرتو ہی نظر آتا ہے۔ چنانچہ صُوفیوں کے اس مشہور و معروف عقیدہ لا موجود الا اللہ کی تفسیر حسبِ لطیف پیرایہ میں شریمد بھگوت گیتا میں وقتاً فوقتاً بیان کی گئی ہے ملاحظہ فرمائیں:۔

منم آنکہ اول ظہورِ من است　　جہاں روشن از شمعِ نورِ من است
مرا اول و آخر آنکس کہ دید　　بجائے کہ نتواں رسیدن رسید
جہاں ہست معدوم موجود جان　　بود پرتوِ ذاتِ معبود جان
عرض راست تغیر جوہر بجاست　　یقیں داں کہ آں مہر از ہر بجاست
منم حرفِ اول کہ من گفتہ ام　　بصد رنگ دیگر سخن گفتہ ام
زمیں ہم منم آسماں ہم منم　　مکیں ہم مرا داں مکاں ہم منم
مرا ظرف و مظروف ہر دو بداں　　مرا صرف و معروف ہر دو بداں

منم مہر و من ماہ و من اخترم — منم آنکہ از جملہ بالا ترم
منم قعرِ دریا و ساحل منم — منم آبِ حیواں بلاہل منم
دریں کارگہ ہر چہ ہستم منم — گواہِ بد و نیک عالم منم
ہمہ در یکے ہیں یکے در ہمہ — نگاہ از تامل فگن بر ہمہ
ہمہ رفتنی او بجائے خود است — کہ اینہا ہمہ از برائے خود است

اگر یافتی کارِ خود ساختی
دگرنہ عبث عمر در باختی

## فعل یا عمل

یہ تو تھیں روحانی باتیں اب تصویر کا دوسرا رُخ لیجئے یعنی یہ کہ دنیا میں رہ کر انسان کو کیسے زندگی بسر کرنا ہے۔ گیتا کی تعلیم یہ نہیں کہ انسان دنیا کو تیاگ کر پہاڑوں اور جنگلوں میں جا چھپے بلکہ یہاں تو اس کے بالکل برعکس مشورہ دیا گیا ہے - وہ یہ کہ انسان وہی ہے جو اپنے افعال و اعمال سے اپنے آپ کو صحیح انسان کہلوانے کے لئے تگ و دو کرے۔ دنیا میں رہ کر انسانیت کی زندگی بسر کرے۔ سب سے پہلے تو اسے دیکھنا چاہئے کہ اس کا ہر فعل یا عمل رضائے الٰہی کے ماتحت ہو۔ اپنی ہر بات کو خدا کی طرف سونپے۔ جو شخص اس طرح سے زندگی بسر کرے گا وہ

یقیناً رحمتِ خداوندی کا مستحق ہوگا۔ چنانچہ اِس بارے میں
یُوں ارشاد ہوتا ہے۔

عمل ہر کہ بہر خدا مے کند — بمنزل گہِ قدس جا مے کند
برائے خُدا کُن ہمہ کارہا — مجو ہیچ پاداشِ کردارہا

یہ تو تھی عمل کی ایک قسم اب دوسری اقسام کو لیجئے۔ پیشتر
اس کے کہ انسان اندھا دھند عمل کرنا شروع کر دے اُس کے
لئے لازمی ہے کہ وہ اپنے فرائضِ منصبی سے مکمل طور پر آگاہ ہو
اور پھر پورے طور پر نڈر ہو کر اُن پر عمل کرنے کی کمر باندھ لے۔
اپنے فرائض کی ادائیگی کے دَوران میں کسی قسم کے خوف، طمع،
دوستی، قرابت اور دیگر ہر قسم کے دنیاوی تعلقات کو نزدیک بھی
نہ پھٹکنے دے۔ جہاں تک ہو سکے ضمیر فروشی سے اجتناب کرے
اور جس بات کو وہ درست سمجھے بلا پس و پیش کر گزرے۔ مثلاً ایک
نوجوان اپنے والدین کا اکلوتا بیٹا اپنے والد کی موجودگی میں کسی
قابلِ مواخذہ جُرم کا مرتکب ہوتا ہے۔ بیٹا ملزم کی حیثیت سے
اور باپ بطور گواہ عدالت میں پیش ہوتے ہیں۔ اس وقت اس
بُوڑھے باپ کی عجیب کیفیت ہے۔ اُس کے دل و دماغ میں
ایک عجیب قسم کی کش مکش پائی جاتی ہے۔ ایک طرف شفقتِ

پدری کا جوش ہے تو دوسری طرف قانونِ وقت کا احترام۔ ایک
نظر بیٹے پر ہے تو دوسری کرسئ عدالت پر۔ عجب الجھن میں پھنسا
ہوا ہے۔ اگر سچ بولتا ہے تو بیٹا سزایاب ہو کر اُس کے ہاتھ سے
جاتا ہے اور اس کا ذریعہ معاش بند ہو جاتا ہے۔ اگر جھوٹ بولتا
ہے تو اس کی غیرت گوارا نہیں کرتی اور ضمیر ملامت کرتا ہے۔ اِن
حالات میں شریمد بھگوت گیتا کی تعلیم اُسے سبق دیتی ہے کہ
وہ اپنی اخلاقی جرأت سے کام لے کر سارا واقعہ سچ سچ کہہ دے
عدالت کو صاف صاف کہہ دے کہ اُس کا بیٹا واقعی مجرم ہے
نہ کہ آج کل کے زمانے کی طرح جیسا کہ ایک نوجوان اپنی
دولت مندی کے غرور اور گھمنڈ کی وجہ سے کسی غریب ہمسایہ
پر کوئی ظلم ڈھاتا ہے۔ مظلوم آہ و بکا کرتا ہے۔ پولیس میں پہنچتا
ہے یا عدالت میں۔ اس وقت مجرم کے والدین۔ خویش و
اقارب اور دیگر رشتہ داروں کی انتہائی کوشش یہی ہوتی ہے
کہ وہ اوّل تو عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانے ہی نہ پائے۔ اور
اگر بفرضِ محال کوئی عادل مظلوم کی دادرسی کرنے کو تیار بھی
ہو جائے۔ تو وہ ملزم کو بےگناہ ثابت کرنے میں اپنی ایڑی
چوٹی کا زور لگا دیں گے۔ یہ فعل گیتا کی تعلیم کے بالکل منافی

ہے۔ وہاں تو صرف یہی کہا گیا ہے کہ جس فعل کو درست سمجھو کرتے رہو۔ کیونکہ اچھے افعال ہی سے انسان سرفراز ہوتا ہے جیسا کہ مندرج ہے:۔

زاعمال صورت گرفتہ جہاں | زاعمال آمد جحیم و جناں
عمل مے رساند بجدِ کمال | عمل مے رہاند زبند و بال
عمل کن عمل کن کہ خامی ہنوز | مکن ترک آں نا تمامی ہنوز
رسد بے عمل کے بمعراج جوگ | عمل مے نہد بر سرش تاج جوگ

زکار نکو مے رود در بہشت
بقعرِ جہنم برد کار زشت

بس یہی نہیں کہ انسان اچھا عمل کرتا رہے۔ اور دل میں سوچے کہ اس کی نجات ہو جائے گی بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اسے ایک اور بات بھی ذہن میں رکھنی پڑے گی۔ جو سب سے زیادہ مشکل ہے۔ یہ ایک ایسی کڑی شرط لگا دی گئی ہے کہ بڑے بڑے مردانِ کار بھی اپنا سا منہ لے کر رہ جاتے ہیں۔ وہ یہ کہ انسان جو فعل بھی کرے وہ بغیر کسی لالچ یا معاوضہ کی امید سے کر گذرے۔ اُسے اپنا فعل کرتے وقت دل میں یہ خیال تک بھی نہ لانا چاہیے کہ اُس کے عمل کا نتیجہ کیا ہوگا؟ اُسے فائدہ ہوگا

یا نقصان۔ اُسے عزت نصیب ہو گی یا ذلت۔ اپنے ہر عمل کے دوران میں سوچنا چاہئے کہ وہ جو کچھ بھی کر رہا ہے اُس کے فرائض منصبی میں داخل ہے۔ وہ نہ تو کسی پر احسان کر رہا ہے! اور نہ ہی کسی کو عمداً نقصان پہنچانے کا خواہاں ہے۔ اُس کے ذمہ صرف فرض کی ادائیگی ہے اور بس۔ تاریخِ عالم کی ورق گردانی سے آپ کو متعدد مثالیں ایسی ملیں گی جن سے واضح طور پر ثابت ہو جائے گا کہ بیشتر چھوٹی چھوٹی اور کمزور قومیں ملکی بچاؤ کو اپنا فرضِ منصبی سمجھتی ہوئیں پروانہ وار آزادی کی شمع پر جل کر ہمیشہ کے لئے نیست و نابود ہو گئیں۔

انفرادی حیثیت سے بھی ایک نہیں سینکڑوں مثالیں ایسی موجود ہیں کہ کس طرح بزرگانِ دین حق و صداقت کی خاطر جبر و استبداد کا شکار ہو گئے۔ اور اُف تک نہیں کی۔ صرف اس لئے کہ وہ جس فعل کی وجہ سے رنج و محن کی سختیاں برداشت کرنے پر مجبور ہوئے۔ وہ ان کے فرائض منصبی میں داخل تھا۔ انہیں حق و باطل میں تمیز تھی۔ جو کچھ بھی انہوں نے کیا درست جان کر اور بغیر کسی نفع یا نقصان کی خواہش کے کیا۔ یہی ہے صحیح انسانیت اور سیدھی راہ جس کا اشارہ شریمد بھگوت گیتا

ہیں یوں کیا گیا ہے ؎

گر از تخمِ کردار خواہی ثمر — شوی خوار در چشمِ اہلِ نظر
کسے کو نتیجہ نخواہد ز کار — ہمانست مقبولِ پروردگار
جزائے عمل خواستن خوب نیست — بامید دل کاستن خوب نیست
نخواہد اگر کس جزائے عمل — کند صرف ہمت برائے عمل

ز اعمال ہرگز نتائج نخواہ
بکن محو خود را بذاتِ اِلٰہ

یہ ہے مختصر خلاصہ سری کرشن جی مہاراج کے اُس اپدیش کا جس کو کہ شریمد بھگوت گیتا کے نام سے موسوم کیا گیا ہے
غور سے پڑھیے اور اُس پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کیجیے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

اقبالؔ

# ادھیائے اوّل - بکھیا جوگ

طرازندۂ داستانِ کہن
بدیں ساں بیفگند طرحِ سخن
کہ پُرسید دہتراشٹ از سنجی ایں
کہ کُرکھیت رشکِ بہشتِ بریں
بود مزرعہ آخرت در جہاں
دریں جا رسیدند چوں کوراں

دھرت راشٹر نے - کورکشیتر کا میدان - کورو

دگر پانڈواں از پئے کارزار
چنانست ایں قصہ اسے ہوشیار
جوابش چنیں گفت کاے بادشاہ
بر بستند ہر دو صفوف سپاہ
چو فرزند تو فوج دشمن بدید
بہ نزد درونا اچارج رسید
بگفتش بریں لشکر پانڈواں
نظر کن کہ ترتیب دارد چساں
درشتدمن ہست سالار فوج
جگر دار بیشن رونقِ کارِ فوج
بلے بھیم بھیمے بہ پہلوے او
دگر نکل وسہدیو بازوے او
دگر ارجن است آں چناں پہلواں
کہ لرزد زخوفش بخود آسماں

مرحبا دواں سانیک نامدار
توئی پنجب بیراٹ دشمن شکار
دگر راجہ جگدان بفنج گراں
مہیا کے کیں ہچوشیر ژیاں
درو پد ہل عرصہ رزمگاہ
کند گرد فوجش جہانرا سیاہ
رئیس زیاں دگر کاشی راج
شمانرا از و چشم اکمیل تاج
دگر کنت بھوج و دگر شیویار
دگر نجمن مرد میدان کار
بعمر زور و طاقت دگر پرجیت است
بدلہائے شیران ازو ہیبت است
جہاں پہلواں آمو نبا دلیر
دگر دہرشٹ کیت است مانند شیر

[illegible]

دگر پنج فرزند این پانڈوان
که از دروپدی هست میلاد شان
مهارتھی هستند در کارزار
شود هر یکے رو کشش ده هزار
کسانیکه یاران کار من اند
بزور و غا دستیار من اند
شماید بھیکم ندیم المثال
دگر کرپ استاد کارِ قتال
قوی بازوئے من ز فرزند تست
دگر کرن غمخوار مانند تست
دگر سوم دت هست و هم بکرن
دگر پهلوانان و خویشان من
که اینها مراعات من کرده اند
پیے من بلا را وطن کرده اند

لـ صنعت چلانواله - بھیشم پتامہ - کرپ - سوم دت - دکرن

سپه آں طرف گرچه کمتر بود
ولے ہر دلیرے چو اژدر بود

بظاہر بود فوج من بیشمار
چه حاصل که بجیکم بمن نیست یار

گرفتم که با دشمناں جنگ کرد
بخود کار از شرم من تنگ کرد

مراعات دشمن چه منظور اوست
کند صرف آں ہر چه مقدور اوست

خوش است ار دل او بدست آورید
که بر فوج اعدا شکست آورید

چو ایں گفتگو تا به بجیکم رسید
بپیچید و خود را بمیداں کشید

چناں مہرہ خویشتن در نواخت
کز آواز او شیر زہراب باخت

بب کشن پانچ جن چوں رسید
تو گوئی که صورِ قیامت دمید
دگر دیودت مُہرہ ارجن گرفت
که لرزه بر افواجِ دشمن گرفت
بر آوازه چوں بھیم پونڈریک کرد
جہاں چوں شبِ داج تاریک کرد
بدھشٹر بکف مہرۂ خویش داشت
صدایش دل دشمناں ریش داشت
نکل ہم سوگھوش را می نواخت
دل شیر مرداں ازو می گداخت
چو منِ پشپ سہدیو آغاز کرد
بیلاں از ہر توشش پرواز کرد
دروپد شکھنڈی درشٹاردمن
دگر ساتیک و ابھمن صف شکن

لے نامی شنکھ کے پونڈر کے اننت وجے کے سگھوش منی پشپک

دگر شاہِ کاشی و ہیراٹ نیز
ہماں پنج پورانِ صاحب تمیز
گرفتند ایں جملہ چوں مہرہا
قیامت نمودار شد در وغا
دلیرانِ دریودہنِ خشم گیں
ستادند صف بستہ از بہرِ کیں
کماں را گرفت ارجن راست کیش
کہ در عرصۂ کیں برد کار بیش
نظر کرد بر لشکرِ کوروان
سخن گفت با کشن کاے رازداں
رتھِ من میانِ دو لشکر ببر
بہ بینم کرا ہست دعوے بسر
کدامی مہیائے جنگِ من است
کدامی نشانِ خدنگِ من است

پانچوں پانڈوں

که بر روے من میکشد خویش را
که میخواهد از من دل ریش را
کرا تاب قتل و قتال من است
کرا در سر خود خیال من است
رهش گشتن آورده در رزمگاه
بگفت این که اے شاه انجم سپاه
شمارم بتو نام جنگ آوران
بزور آوران عرصه تنگ آوران
یکے بهیکم ست و درونا دگر
که دعویست این هر دو کس را بسر
نظر کرد بر گفته کشن و گفت
که اے واقف راز هائے نهفت
همه خویش و قوم و تبار من اند
مگر دشمن کارزار من اند

که گرم وغا شد بخویشان خویش
که اعصاے خود را نمودست ریش
درین کار حیران کارم بسے
در اندوه وغم دل نگارم بسے
لبم خشک و مو بر تنم خاست ست
ازین غم دل و جان من کاست ست
ز دشتم قریب است افتد کمان
که در من نماندست تاب و توان
گرفتم بخویشان ظفر یافتم
ازین کشت و خون مال و زر یافتم
چه لذت که از قوم یک کس نماند
ازین کار دستم بباید فشاند
اگر قوم شد کشته از دست من
به نفرین کشایند لب مرد و زن

دگر گشته گردم من از دست شاں
چه حاصل که جانم رود رایگاں
ز تخت و ز تاج و ز ملک اے حبیب
چه خیزد کز ینجاست رفتن قریب
اگرچند با ما بدی کرده اند
بکردو چیل دشمنی کرده اند
مگر جنگ کردن نباید مرا
بغیر از تغافل نشاید مرا
بیقین ست دریودهن و کوروان
جفا پیشگانند در ایں جهاں
نه از پیر ترسند و نے از پدر
بخلق اند اینها عجب فتنه گر
سزاوار قتل اند و خونریزی اند
پس از قتل باب آدیزی اند

ولے پاس ناموس سدّ رہ است
کہ دستم زخونریز شاں کوتہ است
نماند ز مرداں چو نام و نشاں
بگردند آوارہ ہر سو زناں
شود برن لشکر از آنہا پسر
نیابی ز نام نجابت اثر
چو اولاد پیدا شود از حرام
بہ پدراں رسد کے ثوابِ طعام
بدوزخ رسد عالمے زیں سبب
کشیدندے رنج و درد و تعب
نہ بندم بخویشاں کمر بہر جنگ
بمن قافیہ گر نمایند تنگ
جہاں داد را راست گفتم اگر
نگوئی پئے جنگ گردن دگر

چنیں گفت و آں پہلواں است کیش

کماں را بیفگند از دست خویش

# ادھیائے دوم لبانکھ یوگ

وش خوں اندیشہ چوں کشتن دید
بگفتش کرے نخل باغ اُمید
نہ زیبد چنیں گفتگو کردنت
دشمن ضرورست رو کردنت
جگر کندنت شہرۂ عالم است
ز آوازات عالمے درہم است
تو آں گفتگو کردۂ اختیار
کہ نبود سزاوارِ مردانِ کار
مدہ ہمت از دست در رزمگاہ
کہ بد دل بود درمیاں دستگاہ

ندانی که جرأت بجنت برد
کند بد دلی خوار و عزّت برد
بمیدان کین چون دلیران در آ
چو خورشید با تیغ عریان در آ
بگفتا که مختار من جنگ نیست
که خصمے اخوان بجز ننگ نیست
ازین بادشاہی گدائی خوش است
بتکلیف من گر نیائی خوش است
اگر تیغ من قتل ایشان کند
چه حاصل که خاطر پریشان کند
ازین فتح خوشتر ہزیمت بود
کناره گرفتن غنیمت بود
بخون لقمه آلوده بردن بکام
بود سخت مکروه و از بس حرام

بدیں ہم ندانم کہ یابد ظفر
گر اشاہد مالک آید زبر
گر اتخت فرماندہی مے دہند
گر اتختہ برخاک میداں نہند
زدستم نمی آید ایں گونہ جنگ
ازیں بیش بر من مکن کار تنگ
دل از غم بدرد آمد و کاست جاں
ز اعضائے من رفت تاب و تواں
کنوں چارۂ کار من خوشتر است
بوضع دگرگوں سخن خوشتر است
سخن کش سر کرد خندہ و باں
کہ اے غافل از سر کار جہاں
چہ بیہودہ غم میخوری دمبدم
کہ سودے نمے بخشد ایں رنج و غم

غم او بجز محنت او بکش
کہ بے او بحرماں رود جان خوش
غم آں مخور کو نباید ببار
بیا بر سخن ہائے من گوشدار
من و تو دگر ہرچہ موجود ہست
ہمیشہ گرفتار ایں بود و ہست
بہر سہ زمانیم در ایں جہاں
بتغییر و تبدیل نام و نشاں
تغیر بجسم ست و جاں فارغ است
حوادث بریں ست آں فارغ است
بگرمی و سردی تنت آشنا ست
نہ جانت کہ فارغ ز ہر دو سرا ست
بوقتِ معین اجل میرسد
بہر نیک و بد بے خلل میرسد

بسے پادشاہان لشکر کشاں
بخاک اوفتادند از دست شاں
زمانہ بیک وضع بودے اگر
نمی یافت فرزند جائے پدر
غم این عزیزاں چرا مے خوری
چرا پردۂ راز را مے دری
تنِ ہر کسے ہمچو جامہ بود
شود پارہ ہر گاہ کہنہ بود
بپوشندۂ جامہ جانست نام
خیال فنا گشتنش ہست خام
چہ یارائے تو تا کسے را کشی
بہ میداں بنہ پا بصد دلخوشی
ہر آنکس کہ آگاہ ایں راز ہست
بہر ہوشمنداں سرافراز ہست

بود شادی و غم یکے پیش او
همیشہ فراغت بود کیش او
ترا دوست میداشتم بسکہ من
کہ گفتم ز اسرار معنی سخن
فنائیست بر گل بوُد بر سبُو
پراگندگی را بہ ترتیب جُو
شناسند مردان اسرار بیں
کہ دایم بود ذات جاں آفریں
دگر ہرچہ باشد عدم میشود
نہ ہر وقت بل دمبدم میشود
چناں است منشور جاں در بدن
کہ شمع فروزندہ در پیرہن
و لے در نمی یابدش ہر کسے
نشُد معنیش مُنکشف بر کسے

مقید نباشد چو او مطلق است
منزه مبرا چو ذات حق است
جهان است معدوم موجود جان
بود پرتو ذات معبود جان
عرض را تغیر جوہر بجاست
یقیں داں کہ آں مہر انور بجاست
نہ ادنیٰ نہ اعلیٰ نہ او راست وسط
نہ زادہ نہ زاید بود یک نمط
نہ طفل و نہ برنا نہ پیر ست او
سمیع و بصیر و خبیر است او
نہ سوزد بہ آتش نہ آتش بزد
نہ مستی نہ غفلت نہ خوابش برد
نہ آید بہ ادراک کس راز او
جہاں جملہ احیائے یک ناز او

بچشم حقیقت تواں دیدنش
بدل اندروں ہمچو جاں دیدنش
اگر اعتقاد تو از جن چنین است
کہ جاں نیز مخلوق جاں آفرین است
بر ینہم غم و غصہ ات کے رواست
کہ مخلوق را پیش راہ فناست
اگر جاں فنا میشدے اے عزیز
بجا بودے از کشت و خونت گریز
چو جانرا فنا نیست ایں فکر چیست
ہمہ زندہ ہستند پس مردہ کیست
ز ملک عدم ما ہمہ آمدیم
دمے چند از زندگانی زدیم
بآخر بسوئے عدم مے رویم
بلگام اجل یک قلم مے رویم

میندیش هرگز ز مرگ و عذاب
ز میدان مردان ز رخ خود متاب
یکی می‌شناسد جهان را عجب
یکی از شناسائیش در تعب
یکی را بحیرت در دیده واست
یکی وهم داند که گویا کجاست
بکاری که مامور هستی بکن
بجنگ آوری چیره دستی بکن
تو نی چهتری بد دلی عار تست
دلیری بمیدان سزاوار تست
شهادت که بود از آن برتری
نصیب کسی نیست جز چهتری
خوش است ار به بندی کمر بهر جنگ
کنی عرصه کار بر خصم تنگ

زبس خم زدن عار خود را مخواه
مشو پیش اہلِ جہاں دستگاہ
اگر کشتہ گردی بخلدست جائے
وگر فتحیابی شوی بادشاہے
بمیدانِ مرداں قوی دار دل
مگرداں رُخِ خود کہ گردی خجل
بود زندگی چوں حباب اے پسر
بماں نیک نامیِ خود در نظر
مطابق بسا نکہ ست ایں گفتگو
کہ از دوستی باز گفتم بتو
کنوں حرف از یوگ سر میکنم
ز اشغالِ آنت خبر میکنم
طریق است مشکل اگر میروی
ازیں نیند ہستی رہا میشوی

بود یوگ مقبول اہل نظر
کمش فائدہ میدہد بیشتر
برآید بخیرات و جگ کام دل
ولیکن نمی بخشد آرام دل
بجگ نیست جز آتش افروختن
تنے چند جاندار را سوختن
طمع میکند کار عالم خراب
طمع میرساند بنا را به آب
رجوگن ستوگن تموگن سہ گن
ہمہ خلق زانہا بود بے سخن
ازیں ہر سہ گن جوگ سازد جدا
کند جوگ واصل بذات خدا
عمل کن بگفتار من شاد شو
ز تشویش آمد شد آزاد شو

ف - رجوگن نفس لوامہ - ستوگن - نفس مطمئنہ - تموگن - نفس امارہ

ستوگن بود خوئے اہل کمال
کہ پابند زاں دولت بے زوال
بہ نزد کسے کو تمنا کش است
تم ورج بقدر ضرورت خوش است
ز اعمال ہرگز نتایج مخواہ
بکن محو خود را بذات الہ
گر از نخل کردار خواہی ثمر
شوی خوار در چشم اہل نظر
اگر جوگ را میکنی اختیار
نماند بدنیائے دوں ہیچ کار
بغفلت سرشتانِ دُنیا طلب
بہ بیہودہ گویانِ دُور از ادب
کجا ہست معلوم اسرار جوگ
نہ آید ازیں مردماں کارِ جوگ

ریا پیشگانِ سراپا دَغل
نمایند در کارِ مردم خلل
درآرند در دام تزویر خویش
بهر رنگ سازند تسخیر خویش
بود بحرِ عرفانِ حق بیکراں
حبابیست در موج خیزش جہاں
نماند چو با نیک و بد کار تو
بود ترک و تجرید اطوارِ تو
بکُن ورزش جوگ در روز و شب
کہ ظاہر شود جلوۂ نورِ رب
چنیں گفت ارجن کہ اے ازداں
بگو جوگ را تا نماید جہاں
بگفتا کہ کارش نباشد بکس
نہ اُفتد بشہدِ ہوس چوں مگس

رسد آنچه بروے کند صبر او
کند بر سگِ نفسِ خود جبر او
ندارد بذاتِ دُنیا خیال
نشیند بہ نزدیک اہل کمال
بود پاس انفاس منظور او
بود نامِ حق ذکر و مذکور او
نباید بجُز رحم زو ہیچ کار
بود خوئے او خوئے آمرزگار
بظاہر نباشد دلش آشنا
بباطن بود محوِ ذاتِ خدا
نیابد بر و دستِ قُدرت حواس
بود کار او جُملہ شکر و سپاس
بود آشنا تا بلذت زباں
نیابد مذاق ریاضت زیاں

ز حرص و ہوا کار گردد خراب
براند طمع آدمی را ز آب
دل خود ہر آنکس کہ آرد بدست
بکنج توکل تواند نشست
غذا کم کند خواب بگذارد او
دل خود بسوئے کسے دارد او
گرفتار جسمہاست کورے بچاہ
ازاں غافل از آخر کار آہ
بود جان غافل سرشت بجاں
کہ بگسست از کشتیش ریسماں
دل آگاہ آرام دارد مدام
نداند کہ چوں میرود صبح و شام
تو بیدارئی مردمانِ جہاں
تصور بکن ہمچو خواب گراں

سے آبرو

شناوند اینها بدریاے شور
نہ در پاست طاقت نہ در دست زور
بزورِ ہوا ہر طرف میروند
بجذر و مدِ او تلف مے شوند
ہر آنکس کند توبہ از آرزو
بہ پیشِ من آنست مردِ نکو
بیاد خدا یک نفس ہم خوش است
کہ یکدم بہ او از دو عالم خوش است
بسانِ کشف گر کشد دست و پا
کہ آنجا بود دست آں مرد را
چو حق را کنی یاد باسل رود
خیالات بیہودہ از دل رود
تمنّا بُوَد مانع ہر کمال
تمنّا بُوَد باعث ہر زوال

سہ مد و جزر

تمنا کند مرد را سینہ ریش
تمنا دل از حق کشد سوئے خویش
شود عقل زائل ز حرص و ہوا
برد از دلِ سینہ صافاں صفا
نشد ہر کہ ساجد دل او غافل است
گرفتارِ آمد شدِ منزل است
بود ہمچو کشتی دلِ غافلاں
کہ بادِ ہوا یست او را کشاں
دلِ عارفاں ہمچو دریا بود
کہ صد جوئے در وے فرو میرود
ہر آنکس ز دامِ تمنا پرید
دلِ خویشتن از ہمہ سو کشید
بروں آر حرص و ہوا را ز دل
کہ روزِ جزا تا نگردی خجل

# ادھیائے سوم بکرم جوگ

باو گفت ارجن اگر ہمچنیں است
چرا خاطر تو طلبگار کیں است
تقید چرا اے نمائی بہ من
کہ بر لشکر کوروان حملہ زن
میفگن مرا در بلا اے عزیز
خدا را بہ ترس از خدا اے عزیز
بگو از غرض حرف با من مگو
بسا لوس گفتن نباشد نکو
خوش ست از طریقت نمائی مرا
کہ بخشد ز غمہا رہائی مرا

بگفتا دو فرقہ است دریں جہاں
یکے اہل دنیا یکے عارفاں
غرض آشنایند اہل دول
ندارند کارے بغیر از دغل
دگر را خیال کسے دوسرا است
کہ ادراکش از فہم ما برتر است
نگردد زبانش بجز نام او
نباشد بجز یاد او کام او
نکوکار را تا توانی بکن
بہ نیکو روش زندگانی بکن
ز اعمال صورت گرفتہ جہاں
ز اعمال آمد جحیم و جناں
عمل مے رساند بحد کمال
عمل مے رہاند ز بند وبال

چو کامل شوی ترک آں بایدت
فراغت ز ہر کارے شایدت
عمل کن عمل کن کہ خامی ہنوز
مکن ترک آں تا تمامی ہنوز
نخستیں عمل بعد ازیں ترکِ کار
اگرے نمائی شوی رستگار
بظاہر مکن ضبطِ حس از ریا
بباطن بکن صرف ہمت بپا
عمل ہر کہ بہر خدائے کند
بمنزل گہِ قدس جائے کند
برآں کس پئے نفس خود کار کرد
دلِ خویشتن را گرفتار کرد
رسیدن بکام دلے مشکل است
کزیں راہگذر دور آں منزل است

برائے خدا کن ہمہ کارہا
مجو ہیچ پاداش کردارہا
کہ برہماست مخلوق خالق نخست
کہ بنیاد عالم ازو شد درست
پئے کثرت خلق جگ آفرید
دگا بنائے کردار بسیار چید
ز جگہا بنائے عمل محکم ست
ز اعمال بنیاد ہر عالم ست
اگر از پئے دیوتا جگ کنند
بمنزل گہِ شان قدم مے زنند
از انہا بہ بینند امداد کار
بگیرند در باغ جنت قرار
بود حصۂ دیوتا در طعام
کہ بے بخشش ایشانست خوردن حرام

پئے نفس خود ہر کہ ناں می پزد
برو لعنتِ متصل می سزد
زغلہ بود زندگانی جہاں
شود غلہ از فیض باراں عیاں
بتاثیر جگ ابر و باراں شود
کہ سرسبز زو کشتِ دہقاں شود
کلامِ الٰہی ست بیشہ و پیراں
بود نازل جگ خبردار آں
با اہل تعلق بود جگ ضرور
تغافل درین است از عقل دور
بمغلوب رحتہا حیات ست مرگ
رود عمر او در پئے ساز و برگ
ہر آنکس کہ شد عاشقِ کردگار
ندارد بہر دو جہاں ہیچ کار

نہ دہباد ہیراں سے امید

بہر جا رود شاد کام ست او
کہ محو کے صبح شام ست او
ہر آں کس کہ بے آرزو کار کرد
سر و دوش خود را سبکسار کرد
جنک راجہ و نیز امثال شاں
ہمہ بیغرض کردہ کار جہاں
بباغ جناں شادماں رفتہ اند
ازیں خار زار جہاں رفتہ اند
بنفع خلائق رضائے خدا ست
رضائے خدا کار اہل صفا ست
طریق بندگاں بکن اختیار
بہر رنگ کن حق پرستی شعار
کند ہر چہ سردار مردم کنند
دگر نہ رہ راستی گم کنند

کنوں آرزوے بخاطر نماند
دلم دامن از ہرچہ گوئے فشاند
من از ہرسہ عالم جدا گشتہ ام
تہی گشتہ از خود خدا گشتہ ام
ہمہ کارِ من از برائے خدا ست
رضائے دلِ من رضائے خدا ست
بد و نیک پیشم برابر بود
کہ ہر کار از حکم داور بود
زحق بیخبر غافل از خویشتن
شناسد کہ ہر کار آمد زمن
گرفتار جہل ست و خبطش خطا ست
بر احوال او جیف خوردن رواست
بزشتیٔ اعمال دل را مَنِہ
زکف دامنِ پاکِ نیکی مدہ

تکبر مکن خوشنما بندگیست
کمالِ عزیزاں سر افگندگیست
بداند حقیقت شناسائے راز
کہ ہر کار را مے کند کار ساز
ز پرکرت موجود شد کائنات
کہ قدرت بود نام او در صفات
ازو ہمہ گُن مے شود آشکار
کہ موقوف آنہا بود جملہ کار
خدائیست باقی جہاں فانی است
زمین و زماں این و آں فانی است
نباشد ترا طاقت ہیچ کار
ہمہ کارہا را بمن وا گذار
نباشد چو بر گردنت بار ہیچ
سر خود ز میدانِ مرداں مپیچ

بگفتار من گر نمائی عمل
نیاید بکار تو هرگز خلل
کسانیکه دورند زین اعتقاد
نباشند زنهار اهل سداد
اگر تابع طبع خود آدم است
همیشه گرفتار دام غم است
ز اعمال هرگز ندارد گزیر
چه عارف چه جاهل چه برنا چه پیر
ز بدخوی حس کار کردن گذار
مده از کف خویشتن اختیار
مکن خصمی و دوستی با کسی
وگرنه کشی رنج و محنت بسی
جدا از خود ار جان رود خوشنماست
براه دگر راه رفتن خطاست

به آئین خود هر کہ کارے نمود
بر ویش در رحمت حق کشود

چنیں گفت ارجن کہ ہر ذی حیات
بود آرزومند نیکو صفات

چرا کار بد مے کند اختیار
کہ در عاقبت مے شود شرمسار

مقنن دریں امر باشد کدام
مفصل بگو اے ترا من غلام

بگفتا کہ حرص ست اصل گناه
غضب مے کند کار عالم تباه

قوی دشمن آدمی ہست آز
کزاں مے شود خوئے او فتنہ ساز

چو آئینہ در زنگ و آتش بدود
چو طفل مشیمہ[1] بود بے نمود

[1] مشیمہ بچہ جہاں کے رحم کے اندر آنول میں لپٹا ہوا ہو

یقیں داں تو اے یار نیکو صفت
بجلباب بیدانش معرفت
بود خانۂ آرزو ہا خراب
کہ می افگند در بلائے عذاب
ہوا و ہوس را بروں کن ز دل
ازینہا تو پیوند الفت گسل
بکن سعی در خون ایں دشمناں
کہ گردد ترا حاصل آرام جاں
تصور کن از جسم آں ہر حواس
وزاں آں طرف تو دل خود شناس
ز دل پیشتر عقل و از عقل جاں
ز جاں نیست آں سو خدائے جہاں
دل خود بہ پرداز از قہر و خشم
کہ آں کام جاں را بہ بینی بچشم

ؔ گسل۔ توڑنا

# ادھیائے چہارم کرم سنیاس جوگ

بروز نخستیں ز جوگ اے پسر
بگفتم بخورشید روشن گہر

بہ ارشاد منو خبردار شد
بہ تعلیم اچھواک درکار شد

ورو شد روا جش درون جہاں
کہ معروف او بُد بصاحبدلاں

باخلاص تکلیف کردم ترا
دریں جہد باید بہمدم ترا

بگفتا کہ خدمت گزار توام
ولے سخت حیراں زکار توام

کہ تو جلوہ گر ایں زماں گشتۂ
فروغ رخ ایں جہاں گشتۂ
چساں دانمت رہبر آفتاب
ز تعلیم تو گشت چوں فیضیاب
بگفتا کہ خامی ہنوز اے عزیز
نۂ واقف راہ عقل و تمیز
ز آمد شد خویش تو آگہم
بجائے خود ایم ہماں در رہم
بقدرت نوائی ہویدا شویم
نمیریم گاہے نہ پیدا شویم
چو بنیاد ویں سست گردد بسے
نمائیم خود را بشکل کسے
کہ حفظ ریاضت گزیناں کنم
مراعات عزلت نشیناں کنم

بریزیم خون ستم پیشگان
جهان را نمائیم دارالامان
هر آں کس که مارا چو ما یافتست
ز آمد شدن روی بر تافتست
من آنم که باشد کرم پیشه ام
نباشد بجز لطف اندیشه ام
اگر دیگری را پرستند هم
ببخشم بر آنها ز روی کرم
مرا چار برن[1] است و چار آشرم[2]
بحرمان نگردد کسی از درم
زگن با عمل وز عمل برنهاست
مرا از همه برن نشانی جداست
منم فارغ از کار و کردارها
اگر چند من کرده از کارها

[1] برن چار ہیں - برہمن، چھتری - ویش، شودر۔ [2] آشرم چار ہیں - برہمچرج، گرہست - ویراگ اور بانپرست

مرا هرکه داند چنین رسته است
ز قیدِ هوا و هوس جسته است
ازین پیش هم عاشقانِ نجات
نکردند ترکِ عمل تا حیات
ترا هم نجات است گر آرزو
نمی باید از کار خود تافت رو
بسا مردمانیکه گمره شده اند
ز نیک و بد کار آگه نه اند
تمیز اندرین کار مشکل بود
تواند اگر صاحبِ دل بود
بگوشت اگر حرفِ من جا گرفت
بفردوس جانِ تو ماوا گرفت

اکرم است و کرم است و دیگر کرم
کند کرم و ناکرده داند ز شرم

زنا کردن آں کہ واجب بود است
ندامت کشیدن طریق نکوست
زنا کرد نیہا کند احتراز
کہ باید بصاحبدلاں امتیاز
کسے کو نتیجہ نخواہد ز کار
ہماں ست مقبول پروردگار
جزائے عمل خواستن خوب نیست
بامید دل کاستن خوب نیست
چو من کن عمل تا شوی رستگار
تمناؤ حرص و ہوا درگذار
اگر آتش معرفت برفروخت
بیک لحظہ ہر جنس کردار سوخت
دگر کار آں مرد بالا رود
خودش با خدا ئیست ہر جا رود

اگر دل بیارست ودست بکار
ازیں ہیچ اندیشہ در دل میار
بہر یکنفس کہ خوست درذات حق
پئے رحمتش ہست او مستحق
وگر دل بکار است بے یاد او
رود ظلم بر تو ز بے داد او
کند ترک لذت کہ نعمت چشند
بخلد بریں رخت راحت کشند
پئے دیوتا جگ کند آں کسے
کہ دارد تمنائے دولت بسے
بسا مرداں آتش افروختند
زہر جنس اشیا دراں سوختند
گروہے نشستند در آفتاب
گروہے بماندند در پیچ وتاب

گروہے بہ جنگ جوگ دارند کار
کہ گردند با ہفت صد دل دو چار
گروہے بروزہ بسر مے برند
گروہے غذائے یکے مے خورند
ہر آنکس کہ غافل ازیں کارہاست
براوقات او حیف خوردن رواست
تواں یافت از جوگ عرفان حق
کہ جوگیست فرماندۂ نہ طبق
بصبر آشنا شو تحمل بکن
بہ ہر کار کردن تامل مکن
بجز میتر قناعت نشا
بشہوت بلذت مشو آشنا
باقبال یاراں حسد ہم مبر
بروں کن خیال بدی را ز سر

شود ہرچہ دارد بداں را خدا
کہ جان از خدا و جہاں از خدا
من و آتش و ہوم و اشیا را و
برہم است جز برہم دیگر مگو
کسے ضبط جتما شمرد ز جگ
بلذت کسے بہرہ بردہ ز جگ
تو ہم جوگ را مے کنی اختیار
شوی نائب لطف پروردگار
بعرفان حق خویش را محو ساز
بسوزش دلِ خود بہر نحو ساز
چو عارف شوی نے رود فکر غم
بغفلت مکن بر دلِ خود ستم
شود آتشِ شوق چوں تیز تر
بسوزد ہوا و ہوس سربسر

بود ہر کہ عارف خدیو جہانست
بدایش بنائے زمین و زمانست
خدانیست عارف و لے از خدا
جدانیست نزدیک اہل صفا
جہالت کند کار عالم خراب
جہالت کند مستحق عذاب
بخشد یقین آدمی را کمال
یقین را ثمر دولت بے زوال
چو کامل شود مرد در علم جوگ
شود فارغ از رنج و اندوہ و سوگ
بزن دشمن خویشتن را بہ تیغ
نباید دریں کار کردن دریغ
بہ تن پنج باد است سائر مدام
نشاں میدہم من از انہا مقام

ے بادشاہ

سمان[1] ست در ناف در دل پران[2]
اداں[3] دہ گو و بمقعد ایان[4]

بیان ست اندر تمام بدن
بایں پنج باشد نظام بدن
فرو رفتن دم بزیر ایان ست
بر آوردن آں بہ سعی پران ست
ازیں شغل نبود خبر ہیچکس
مگر آنکش بود شغل حبس نفس
ز جگہاے دیگر ہمیں یک جگ است
کزو یاد حق سارے[5] ہر رگ ست
کسانیکہ غافل سرشتند شاں
بعید از مقام بہشت اند شاں
اگر بہرہ داری تو از ہوش و عقل
بسر بر شب و روز با اہل فضل

[1] سمان اس ہوا کو کہتے ہیں جو تمام جسم میں ہر جگہ پر خوراک کا جوہر یکساں طور پر پہنچاتے
[2] پران - باہر نکلنے والی ہوا [3] اداں مرنے کے وقت جو ہوا نکلتی ہے

دل از بند ہر چیز برداشتن
دراں راحت خویش برداشتن

بنزدیک من از دو عالم خوش ست
اگر معرفت نیست ایں ہم خوش ست
بجز معرفت یافتن مشکل است
مکانے کہ بالا زہر منزل است
ارادت دہد ہر کسے را مراد
نیابی مرادے بجز اعتقاد
خیالات واہی ز دل دور کن
دل خویش را منزل نور کن

# ادھیائے پنجم پرکرت جوگ

بگفتا ز ترک عمل و ز عمل
کدامی بود خوشتر و بی زلل
بخوبی ز هم دست خود تا بکار
دلم را ز تشکیک بیرون برآر
بگفتش که کردن نکردن خوش ست
ولی دست در کار بردن خوش ست
هر آنکس که بی مدعا کار کرد
ز آزادگان ست آن نیک مرد
ز ترک عمل کار هر کس بود
ز فضل خدا یار هر کس بود

۵ ذلت

سزاوارِ ترکِ عمل آں بود
کہ عالم برش جملہ یکساں بود
بود دوست دشمن برابر برش
نباشد خیالِ دوئی در سرش
بود ہر کہ ناداں غفلت شعار
جُدا بشمرد کار از ترکِ کار
بداند کسے ہر کہ دانا بود
کہ فہمیدہ را زینہ بالا بود
غرض بیغرض کارکُن ناجی است
کہ از مُزدِ ہر کار مستغنی است
کمالاتِ جوگی شود چوں تمام
بود جوگ و سنیاس را یک مقام
ہر آنکس کہ آں ہر دو را یک بدید
ز آلام و اوہامِ دل را رہید

بجز جوگ سنیاس مشکل بود
چو فیلے که او پاے در گل بود
رسد زود تر در مقام نجات
بهر دو صفت میشود محو ذات
نورزد بجز عشق ذات خدا
ببیند تجلیش در هر کجا
جزاے عمل بد چنیں کس کجاست
که جان و دلش محو ذات خداست
شنیدن بگوش ست دیدن بچشم
ندارد تعلق بدل مهر و خشم
مساس[له] ست از دست رفتن ز پا
بود از زبان لذت هر غذا
ز بینی ست بو و قیاس از دماغ
دریں جمله جان ست مثل چراغ

له مس کرنا یا چھونا

اگرچند محسوس کس نیست جاں
ولے ہست ازوے لبالب جہاں
بود جوگیا نرا ہمیشہ فراغ
نسوزند بہرکار دنیا دماغ
عملہائے شاں بہر عرفاں بود
ازیشاں بود ہرکہ انساں بود
گرفتار خواہش بدام بلاست
گہے بادشاہ ست وگہے گداست
بود ہرکہ غالب بجسمانئے خویش
نگردد دل او ز اندوہ ریش
بود بودباشش چو نیلوفراں
کہ باشد درآب و نباشد فراں
تو ہم آنچناں کن کہ من میکنم
میان خطرگہ وطن میکنم

تن آدمی داں جہانِ صغیر
بود نقشۂ آں جہانِ کبیر
درش نہ بُود بشنو اے اہلِ ہوش
دو سُوراخ بینی دو چشم و دو گوش
دہان و مکانہائے بول و براز
بود جان درون پرتو کارساز
سہ گونہ بود مردم ایں جہاں
یکے آنکہ بندد بہ دشمن میاں
دگر آنکہ جُرأت نیاید ازو
سوم مژدہ خواہد و نکوہیدہ جو
یکے میکند کار و داند ز خویش
مدام است از فہم خود سینہ ریش
یکے می شناسد خدا میکند
بہ پیش من اینہم خطا میکند

زبیداں کشی آئینہ زنگ بست
ہم از سنگ غفلت رسیدش شکست
بود صاف آئینۂ عارفاں
کہ در وے بود مہر نورش عیاں
برابر پریشاں بود مور و فیل
کہ یکسانست اینجا عزیز و ذلیل
بشاہ و گدا لطف یکساں کند
مراعات بر دل پریشاں کند
نخواہند از بہر خود ہیچ چیز
کہ مطلوب ایشاں نشد ہیچ چیز
بجنت ندارد دل آشنا
بیابند ذوق بیاد خدا
بشکر و شکایت ندارند کار
ہمیشہ بمانند بر یک قرار

حرجمالت

ز لذات جسمہا نفور اند شاں
خداوند عقل و شعور اند شاں
سرانجام آرام اینجا غم است
جہاں جملگی خانۂ ماتم است
ہر آنکس کہ از حرص و خشم است دور
تواں گفت او را سراپا سرور
بدل میکند سیر محسوس را
بداند کہ در اوست ارض و سما
پراگندہ خاطر نگردد چناں
کہ در عقل و ہوشش در آید زیاں
شود حاکم مہر و ماہ و فلک
بود غالب جن و انس و ملک
بہ کنجِ عبادت گزیں گوشہ گیر
بگردند در دام دنیا اسیر

بیادِ خدا محو باشند شان
نخواهند هرگز ریاضِ جنان
گروہے کہ مغلوبِ حرص و ہواست
گرفتار در دام گاہ بلاست
ز شادی نہ شادان نہ از غم غمی
ہمان است در پیشِ من آدمی
ہر آنکس کہ مُرد است پیش از ممات
نصیبش شدہ جاودانی حیات
خیالات باطل ز سر وا کند
کنارہ ز لذاتِ جسہا کند
میان دو ابرو نظر دوختہ
کند حبس دم با دلِ سوختہ
پران و اپان را برابر کشد
سبوئے مے عشق بہ سر کشد

بدست آرد عقل و دل هم حواس
بمانست دانائے یزداں شناس
ز خوف و رجا و ز حرص و ہوا
نماید دل خویشتن را جدا
ہر آنکس کہ جنگ میکند در جہاں
پس از مرگ یابد ریاض جناں
چو عارف شود قدر من داند او
بنامے کہ داند مرا خواند او

# ادھیائے ششم اوتم سنجم

نخواہد اگر کس جزائے عمل
کند صرف ہمت برائے عمل
نہ افتد نگاہش بہ سود و زیاں
بود سرب ناسی و جوگی ہماں
تفاوت بجوگ و بسنیاس نیست
کہ در ہر دو جز پاس انفاس نیست
اگر از دروں مہر دنیا نرفت
عبث از ریاضت دل خویش تفت
رسد بے عمل کے بمعراج جوگ
عمل می نہد بر سرش تاج جوگ

ست سرب ناسی یعنی سب کو ناش - وہ جوگی جو آتک منزل پر پہنچا ہوا منزل سکون حاصل کرتا ہے - جو حقیقت یہ سنیاس کو پاتا ہے اور یہی سب سے بڑا درجہ ہے۔

ہر آنکس کہ مغلوب جسما شود
بہر دو جہاں سخت رسوا شود
چو کامل شود جوگ اے خوش سیر
نیاید بجز نورِ حق در نظر
دلش چوں باں دلربا بستہ شد
درِ چشم بد ماسوا بستہ شد
دل است اینکہ یار است و دشمن ہمانست
ہماں خضر راہ است و رہزن ہمانست
اگر دل بہ ہمت دہیات بہشت است
وگرنہ ستمگار ہم نشست است
بود اہل دل فارغ از کیف وکم[۲]
ز شادی بنالد نہ نالد ز غم
بود باطنش گنج علم و کمال
بداند جہاں را چو خواب و خیال

۲ کیف وکم - کسی بات کے کیفیت یا انداز ... حقیقت ...

زر و خاک یکساں بود پیش او
نباشد بجز راستی کیش او
بخویش و تبار و باغیار و یار
ندارد بجز نیکوی ہیچ کار
کنوں گوش کن طور اشغال جوگ
کہ گردی خبردار ز اعمال جوگ
ہموار جا فرش کن ایں سہ چیز
کرہ[1] و چرم[2] آہو و کرپاس[3] نیز
حواس از پئے یاد او جمع کن
دل خویش روشن تر از شمع کن
زبان و دل و دست یکجا بکن
بسوئے کسے دست را وا مکن
نگاہے[4] بہ بینی خود کردہ باش
تماشائی حسن در پردہ باش

[1] کرہ یعنی گھاس ۔ [2] چرم آہو ۔ مرگ چھالا [3] کرپاس ۔ ھاتھ یا بوریا
سے بُنا ہے ۔ [4] نگاہے ۔ بڑا سا گر دھیان کا تو عمدہ ہے ۔ مسمریزم اسی سے اخذ کیا گیا

بصد ناز بنگر بجان و تنم
تماشائے من کن ہمیں یک نظر
بہ بسیار خواران و بسیار خواب
بود جوگ کردن بغایت عذاب
بخواب و خورش بایدت اعتدال
وگرنہ قریب است نقص کمال
چراغے کہ محفوظ ماند ز باد
نمیرد ترا حرف من یاد باد
ہمیں طور جوگی بعمر دراز
بماند شود گر بدل چارہ ساز
بود باد انفاس جان چون چراغ
نگہدار آن باد را در دماغ
برہمہ چرج باشد دل آرد بدست
نیابد ازو بر دل کس شکست

سلہ برہم چرج

ز لذات حسی اگر رسته شد
چو برق جهان از جهان رسته شد
ز محنت کشی نیست رنجی به او
که ایزد عطا کرد گنجی به او
چو زنبور کو شهد یکجا کند
چو پر شد دل خود ازاں برکند
اگر دست خود را کشد از عمل
نیاید بوضع کمالش خلل
چو دل شد جدا از هوا و هوس
بداند که الله باقی و بس
دل بیقرارش چو گیرد قرار
برون آید از گردش روزگار
به بیند بخود جلوهٔ عین نور
بود نعمت العمر او را سرور

شود لذت وصل من حاصلش
نیاید خیال دگر در دلش
چو خیزد ز آئینۂ دل غبار
ببیند دران پرتو روئے یار
دگر فارغ از رنج و دردست او
فراغت ز کونین کردست او
ہمہ را بہ بیند چو از روئے دوست
بداند کہ عالم تجلی اوست
بہ بیند جہاں را کہ در من نہان است
درون جہان جلوۂ من عیانست
ز گرداب اعمال آید بروں
بہ خلوت گہ قدس باشد درون
بہ برگ و گل و بار ما را بہ بیں
بما چشم وا کن خدا را بہ بیں

بود محو ذاتش محیطِ جہاں
درو جلوہ دارند کون و مکاں
بگفتا کہ گفتی ز روئے کرم
ز اعمال جوگ و ہم از حبسِ دم
ولیکن دلم اے خبردار کار
بیک حال ہرگز نگیرد قرار
چو مغلوبِ من نیست دل عاجزم
چو فیلے کہ اندر[1] گِل عاجزم
پریشانیٔ دل سراسیمہ کرد
مرا سینہ چوں تختۂ قیمہ کرد
بود دل چو بادے کہ ناید بکف
در اندیشہ اوقات من شد تلف
بگفتا کہ دِل ہمچو سیماب ہست
جنبش از غم و غصہ بیتاب ہست

[1] وہ ہاتھی جو دلدل میں پھنسا ہوا ہو۔

نہ یکبارگی دل بدست آیدت
کہ خونِ جگر خوردنی بایدت
بوضعے کہ گفتم ز راہ و داد[1]
ہوا و ہوس را بگو خیر باد

بود نفسِ امارہ خصم قوی
بکن جہد مردانہ شد مدعی
بگفتش کہ اے غمگسارِ جہاں
مرادہ انساں مردِ کامل نشاں

کہ دل را بفرمانِ خود ساختست
بنائے ہوس را بر انداختست
وگر آنکہ دارد بجوگ اعتقاد
دلے نیست با نفسِ خویشش جہاد

وگر آنکہ بینائے خواہش شکست
براہِ خدا پائے خواہش شکست

[1] یعنی اخلاص۔

پس از مرگ اینها کجا مے رسند
چگونہ بقرب خدا مے رسند
بفرمود کاے در خور تربیت
بگویم ترا کاں بکار آیدت
ہر آنکس کہ تسلیم و محو رضاست
پس از مرگ جانش بجنت سراست
شود دیوتا جوگئے ناتمام
بعمرے بود خلد او را مقام
چو مدت شود منقضی بعد ازیں
بیفتد بفرمان جان آفریں
شود پور سلطان بازید کیش
دلش ہست مائل بکردار خویش
بریں سان بود تا بیابد کمال
دگر نیست او را کمال زوال

بود مرد عارف به از زہد کیش
کہ او ہست مغرور بر زہد خویش
بجوگ آشنا کن دلِ خویشتن
بہ پائے محکم در اخلاص من
ہر آنکس بمن آشنا مے شود
خداوندِ ہر دو سرا مے شود

# ادھیائے ہفتم بگیان جوگ

چو اخلاصمندی مناسُم رہت
کہ باید رسیدن بمنزل گہت
نصیبت بود آں کمالات جوگ
کہ طاری کند بر تو حالات جوگ
ہماں مرد باشد دریں راہگذر
کہ بندد بتحصیل عرفاں کمر
بنائے جہاں بہر عارف بود
کہ آگاہیش از معارف بود
بود ذات او باعث کائنات
صفاتش بود ہمچو ایزد[1] صفات

[1] ایزد بمعنی خداتعالےٰ

بہ نُہ چیز شد آفریدہ جہاں
یکے چار طاق[1] و دگر آسماں
دل و دانش و قدرت کامل است
دگر جاں کہ آں شمع ایں محفل است
جہان است فانی و باقیست جاں
ہمان ست دارائے کون و مکاں
نہان است کزین در جان من
چو در تخم باشد شجر جان من
ضیائے مہ و مہر و انجم منم
بامواج دریا طلاطم منم
منم حرف[2] اول ز الفاظ بید[3]
زمن بست ہر عارفے را امید
منم عقل عارف منم شان شاہ
منم غیرت و جہل و خیل سپاہ

[1] چار طاق - یعنی چار عناصر ہوا مٹی آگ پانی [2] حرف اول یعنی اونکار احد وغیرہ
[3] بید مراد وید مقدس

منم با جلال و منم با جمال
منم محض خیر و منم باکمال
منم چار عنصر منم نُہ فلک
منم حاکم جن و انس و ملک
منم سہ گن[1] ہم منم پنج گن[2]
منم آنکہ اول زدم حرف کُن
بظاہر بہ امثال مردم منم
بباطن باشکال مردم منم
کسے پور باسدیو[3] و کس پور نند
بگویند تو برائے اینہا بخند
نہ فرزند کس ہستم و نے پدر
نیم من فرشتہ نیم من بشر
منم آنکہ خود ہم ندانم کیستم
چو عارف شوی سے شناسی چیم

[1] سہ گن سے مراد تم گن۔ رجگن اور ستگن ہیں [2] پنچ گن سے مراد ہوا مٹی۔ آگ۔ پانی اور خلا (آکاش) [3] پور معنی فرزند یعنی کوئی واسدیو کا بیٹا کہتا ہے اور کوئی نند کا بیٹا۔

کسانیکہ بیدانش و غافل اند
ز دریا چہ دانند بر ساحل اند
بود چار کس در جہاں نیکنام
نخستیں کسے کو بصدق تمام
کشد محنت و روزی آرد بدست
نخواہد دلِ ہیچکس را شکست
دگر آنکہ دنیا نخواہد چناں
کہ عاید بگردد بہ شخصے زیاں
سوم آنکہ مشتاقِ عرفاں بود
چہارم کسے کو خداداں[1] بود
بعشقم در آیند مردم بسے
بدیدار من مے رسد کم کسے
بہ بیند رُخِ خوبم ایں آئینہ
فتد پرتوم در چنیں آئینہ

[1] خداداں ۔ خدا کے بھید کو جاننے والا

که روشن گر او بود نورِ حق
بآں انجلائے که منظورِ حق

بود جلوۂ ذات در کائنات
از انست نیرنگہائے صفات

کسے کو شناسائے آں جلوہ است
دلش در تماشائے آں جلوہ است

بغفلت سرشتی پرستند نیست
بپیش خرد جملہ بستند نیست

پرستش بجز حق سزاوار نیست
شود خوں دلے کو بادِ یار نیست

بن چار یار اند لیکن یکے
بن یار جانی بود بیشکے

چه مے آید از خدمت دیوتا
بزن دست در دامنِ کبریا

[1] جو لوگ نیست کی پوجا کرنیوالے یعنی ماسوی اللہ کی پوجا کرنیوالے ہیں خود بھی نیست ہیں اور انکے معبود بھی نیست ہیں۔

اگر گشت آگاہ از بُنہ فلک
وگر گشت حاکم بہ جن و ملک
چہ حاصل کہ غافل ازاں دلرباست
کہ او جلوہ پرداز در ہر کجاست
ہر آنکس کہ زنجیرے ایں دانست
گرفتار آمد[1] شد ایں جہاں است
ز خس تا بدریا زکہ تا بہ کوہ
ز پشہ[2] تا بہ عنقائے والا شکوہ
ز سطح زمیں تا ببام فلک
چہ وحش و چہ طیر و چہ جن و ملک
ہمہ شکل اعمال بگرفتہ اند
بہ تعقیب احوال دل گفتہ اند
بدامِ بلا می کشد حرص و آز
کند خشم و شہوت دریں رنج باز

[1] گرفتار آمد شد ایں جہاں آواگون کے چکر میں پڑ گیا [2] پر پشہ سے بڑی شان والے عقاب تک

گرفتار طبع است ہر آدمی
یکے شادمان است دیگر غمی
بہرکیہ[1] وارد بہر دیوتا
دلش میشود مائل ایمانِ ما
خدا میفزاید ورا اعتقاد
ازاں در پرستش نماید جہاد
کند حق ظہورے چو در باطنش
تمنائے دل میشود حاصلش
ہرآنکس کہ دارد دلِ خویش صاف
نگردد بگرد حیل پوچ باف[2]
بود احترازش ز فسق و فجور
نیاید گناہے ازو در ظہور
شود عمر او صرف اخلاص من
دل او بود خلوتِ خاص من

[1] بہرکیہ وارد ہے جو اعتقاد رکھے [2] پوچ باف : پاگل ہونا۔

بے اختلافِ عقاید بے
خدائے قدیم شناسد کسے
کے موجبِ خلق کس دیوتا
کے صاحبِ حکمِ روزِ جزا
چو خود داند او جان جاندار را
نخواہد زخارد خس آزار ہا
دلِ خود کند جمع بیند مرا
دریں بزم چوں شمع بیند مرا
حقیقت بجز عقل معلوم کیست
ندارد اگر عقل حیف است زیست
کند ہر کہ یادم دم واپسیں
رود بیگماں در بہشت بریں
جہاں پردۂ ہست بر روے جاں
؛ بردارد او را بجز عارفاں

بہر رنگ بیند مرا ہر کسے
بہر سنگ بیند مرا ہر کسے
نزائم[1] نہ میرم گہے در جہاں
میانِ جہان ام چو در جسم جاں
ز ماضی و مستقبل و حال نیز
خبر دارم اے یارِ صاحب تمیز
گرفتار دامِ ہوا ہست خلق
ز امید زیں رہ بیاسست[2] خلق
زاد ہیائے تم من نمودم خبر
شب و روز داری مرادر نظر

---

[1] نزائم نہ میرم ۔ نہ جیتا ہوں اور نہ ہی مرتا ہوں [2] بیاسست بمعنی ناامید

# ادھیائے ہشتم سدہ جوگ

بگفت کہ اے رہبر گمرہاں
ز ادھیائم خویش کردی بیاں
ز ادھ بھوت و از آدھ جگ ہم خبر
بن دہ ز لطفے کہ داری نظر
وے وے والپینت بداند چناں[1]
چساں بیندت جان جاں جہاں
ز اشغال عرفاں ایزد تعال
ز احوال رکھ ہائے[2] فرخندہ حال

[1] وے وے والپینت بمعنی آخری سانس [2] رکھ ہائے بمعنی رکھی منی

ز کیفیت موجب کائنات
ز نیرنگئے جلوہ ہائے صفات
بفرمود قالب جہاں را شناس
دراں جلوہ پردازِ جاں را شناس
کہ باقیست ہرگز نگردد فنا
بود جلوہ اش جلوۂ کبریا
اچھر[1] نام باقی و فانی ست چھر[2]
ہماں است اوہ[3] بہوت[4] اے خوش سیر
بود پرتوِ اوست جاں بیگماں
کہ او بود اول ز ہر دو جہاں
منم آدہ[5] جگ شاہدِ ہر سہ حال
منم واقفِ راز جال و مآل
بمن میرسد طاعت خیر خلق
منم یار خلق و منم غیر خلق

۱؎ اچھرے ۲؎ چھر ۳؎ اوہ ۴؎ بہوت

بود خوے آں ایزدِ کردگار
سمی بہ اوھیاتم[1] اے کامگار
کند ہرچہ در وقتِ مُردن خیال
ہماں رنگ گیرد خیالش مثال
بجان و دل و عقل و ہوش و حواس
شود محو حق مردِ ایزد شناس
بگفتار من گر نمائی عمل
برآید دل تو زبندِ خلل
بمن محو کن خویش را آنچناں
کہ از ہستئ تو نماند نشاں
فنا ہر کہ گردید پیش از فنا
دگر ہست او راہمیشہ بقا
نہ محتاج ماند بارشادِ کس
شود پیر ہر کس باین نکتہ رس

[1] اُدھیائے تم

چو پرسی ز احوالِ جانِ جہاں
کہ پیداست ہر جا و باشد نہاں
قریب ست دانند دوراست او
بفانوس تن شمع نورست او
نہ بیند رُخِ عالم آرائے او
بجز عارف غرقِ دریائے او
کند حبسِ دم در گہِ ارتحال
نیارد بجز روے من در خیال
برآید روانؔ را ز راہِ دماغ
کہ تا مہرِ تاباں شود ایں چراغ
ہر آنکس کہ باشد بیادش مدام
بہ بیداری و خواب در ذکرِ نام
بہ تنہا نیابد بیابد نجات
بتاثیرِ ذکرش بود محوِ ذات

لہ یعنی جان

خدا بارہا کرد بنیاد خلق
کہ او ہست مختار ایجاد خلق
برہما کہ می آفریند جہاں
رہا نیست ز آمد شدن بیگماں
مگر واصل حق نیابد بہ تن
کہ او میشود محو در ذات من
کسانیکہ از شہوت و حرص و آز
بدارند خود را بہر نحو باز
عداوت ندارند با ہیچ کس
نباشند بر شہد لذت مگس
اقامتگہ شاں بود لا مکاں
کہ جز کبریا نیست ہیچ اندراں
بسے می شمارند لیل و نہار
ولیکن ازینہا چہ آید بکار

ت یعنی آو گون

نمایند از روز برہما شمار
کہ آں چار جگ[1] ہست اندر ہزار
بمقدار روزست[2] ہر یک شبش
زبیم اجل ہست تاب و تپش
بسے بیشمارند از کوہ و دشت
بسے میگذارند ساعت بہ طشت
بسے می نگارند تقویم را
نمانندشاں قدر تسلیم را
چو صبح برہما مسا[3] مے شود
بگویند عالم فنا مے شود
بیار آید و خلق در خود کشد
بروں آردش چونکہ روزش رسد
نداند برہما کہ یک بندہ است
بدرگاہ ایزد سر افگندہ است

له چار جگ سے مراد ۱- ست جگ ۲- ترتیا جگ ۳- دواپر جگ ۴- کل جگ
له برہما کا ایک دن ایک ہزار چاروں جگ کے برابر ہے ۔ سے یعنی شام

بغیر از خدا نیست باقی کسے
بقہرش بسوزد جہاں چوں خسے
علیم و کریم و رحیم است او
جہاں حادث است و قدیم است او
شناندہ اش را نباشد زوال
دگر ہر کہ باشد بہ بیند وبال
جہازیست عارف بدریائے عشق
بجز او کسے نیست دانائے عشق
بذات آشنایاں بمنزل گہ اند
صفات آشنایاں ہمہ در رہ اند
خدا را شناسد چو خود را شناخت
بہر دو جہاں کار خود را بساخت
ز احوال عالم خبر می کنم
ترا آگہ اے خوش سیر می کنم

ؔله من عرف نفسہ فقد عرف ربہ ۔ جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا۔

کند مہر شمس ماہ سیر شمال
دریں سمت اوراست عز و جلال
ہماں روز روحانیاں می شود  اترائن
کہ با میمنت ہمقراں می شود
چو آید بسوئے جنوب آفتاب
بیفتد شب و می نماید خواب  دکشائن
اگر مُرد در روز روحانیاں
نیاید دگر بار اندر جہاں
بشب ہر کہ میر و رود تا بماہ
بگردد[لہ] از آنجا بحکم الہ
اگر ہست جوگی شود عین نور
نصیبش بود جاودانی سرور
بہر حال با جوگ شو آشنا
کزاں میشوی محو ذات خدا

لہ دور میں پڑ جائے یعنی تناسخ کے چکر میں پڑ جائے

مسلسل بود دورهٔ کائنات
تماشاست از بهر اهل نجات